وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

الهدیة السنیة

فی

انتخاب کلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

تالیف: شیخ الاسلام احمد ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ و ترتیب: مولانا محمد عمران
استاذ الحدیث جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(حرفے چند)

فخر الاماثل حضرت علّامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: ۶۲۱ھ / ۲۲ رجنوری ۱۲۶۳ء ...... وفات: ۷۲۸ھ / ۲۶ رستمبر ۱۳۲۸ء

نام ونسب تقی الدین احمد (المعروف بابن تیمیہ) بن شہاب الدین عبدالحلیم بن عبدالسلام النمیری الحرانی۔ آپ اپنے دور کے فاضل اور معروف اہل علم کے سرخیل تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ اہل نحو انہیں اپنا امام مانتے ہیں۔ آپ کے مزاج ومسلک میں حدت وشدت تھی۔ معمولی باتوں کو شرک وبدعت قرار دے کر ان کے انکار وردّ کے درپے ہو جاتے تھے۔ عبدالوہاب نجدی نے انہی کا ورثہ پایا۔ شدت مزاج وموقف کے باوجود ان کے علم وفضل سے آج تک کسی نے انکار نہیں کیا۔ علّامہ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی مختلف کتابوں سے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیدہ کے حوالہ جات شیخ الحدیث مولانا منیر احمد منور نے اپنی کتاب ''حیات الانبیاء'' میں نقل بھی کئے اور ترجمہ کیا۔ جامعہ اسلامیہ باب العلوم کے فاضل نوجوان عالم مولانا محمد عمران نے ان سب کو جمع کر کے رسالہ بنا دیا، جو لائق صد تحسین ہے۔ اس مجموعہ میں شامل اشاعت کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمھید

رسالہ ہذا میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی مختلف کتب سے قبر کی حیات، عذاب وثواب، اعادۂ روح، روح کا بدن سے تعلق، اور بالخصوص انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبور اور سماع صلوٰۃ وسلام پر چند عبارات جمع کی گئی ہیں اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں بین القوسین یا فائدہ کے عنوان سے وضاحت کی گئی ہے۔

اور یاد رہے کہ اس رسالہ کا اکثر مواد حضرت اقدس سیدی ومرشدی رئیس المحققین مولانا منیر احمد منور صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا کی کتاب (تحقیق عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام) سے لیا گیا ہے۔ البتہ ترتیب بندہ نے دی ہے۔

محمد عمران

استاذ الحدیث جامعہ باب العلوم کہروڑپکا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقیدہ حیات النبی ﷺ

۱...... فهذه نصوصه الصريحة توجب تحريم اتخاذ قبورهم مساجد مع انهم مدفونون فيها وهم احياء في قبورهم۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۵۰۲)

ترجمہ: ان نصوص صریحہ کے مطابق انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانا حرام ہے باوجود اس کے کہ انبیاء اپنی قبروں میں مدفون ہیں اور وہ انہی قبروں میں زندہ ہیں۔ (لیکن وہ حیات مخفی ہے)

۲...... والانبياء اَحيَاء فِي قُبُورهم كَمَا رأى مُحَمّد مُوسٰى صلوَات الله وَسَلَامه عَلَيهِمَا وعَلى سائر الاَنبِيَاءِ فِي قَبره لَيلَةَ الاسراءِ۔ (مختصر فتاویٰ مصریہ ص ۱۷۰)

ترجمہ: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ جیسا کہ محمد ﷺ نے اِسراء کی رات موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں (نماز پڑھتے) دیکھا۔

تین سوال

۳...... امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے تین سوال کئے گئے: (۱) کیا یہ بات صحیح ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں؟ (۲) اور نبی علیہ السلام پر قبر میں امت کے اعمال پیش ہونے کی کیفیت کیا ہے؟ فقط آپ ﷺ کی روحِ کریم پر پیش ہوتے ہیں؟ یا آپ کی روح کو آپ کے جسد مبارک کی طرف لوٹا کر روح وجسد دونوں پر پیش ہوتے ہیں؟ (۳) اور جب بندہ آپ پر درود یا سلام پیش کرتا ہے تو کیا نبی علیہ السلام اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں؟

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

الحمدللہ! انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور بے شک نمازیں بھی پڑھتے ہیں، جیسے نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اِسراء کی رات موسیٰ علیہ السلام کے پاس گزرا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور نبی علیہ السلام سے یہ بھی ثابت ہے کہ جب کوئی مسلمان مجھ پر سلام پیش کرے گا تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو متوجہ کر دے گا۔ حتیٰ کہ میں اس کو سلام کا جواب دوں گا۔ نیز آپ نے فرمایا کہ تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے۔

اور فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔ صحابہ کرام نے کہا ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا، حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے گوشتوں کو کھائے۔ آپ پر اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور عرضِ اعمال حق ہے۔ رہا عرضِ اعمال کا محل، یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کے ساتھ کوئی (دینی) غرض تعلق نہیں رکھتی۔

(جامع المسائل لابن تیمیہ ج ۴ ص ۱۹۱، ۱۹۲)

۴...... ومع ھذا فلیس لنا ان نطلب ذلک منھم و کذلک الانبیاء والصالحون وان کانوا احیاء فی قبورھم وان قدر انھم یدعون للاحیاء وان وردت بہ آثار فلیس لاحد ان یطلب منھم ذلک ولم یفعل ذلک احد من السلف لان ذلک ذریعۃ الی الشرک بھم وعبادتھم من دون اللہ تعالٰی بخلاف الطلب من احدھم فی حیاتہ فانہ لا یفضی الی الشرک۔ (قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ ص ۲۸۹)

ترجمہ: اور (ملائکہ ہمارے لئے دعا واستغفار کرتے ہیں اور اس پر قدرت رکھتے ہیں لیکن) اس کے باوجود ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم ان سے دعا واستغفار طلب کریں۔ اسی طرح انبیاء اور صلحاء اگر چہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہ زندوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور ان کے دعا کرنے پر اگر چہ آثار وارد ہیں لیکن کسی کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ ان سے دعا واستغفار طلب کرے اور نہ ہی سلف میں سے کسی نے ایسا کیا۔ کیونکہ یہ ان کو شریک ٹھہرانے کا اور غیر اللہ کی عبادت کرنے کا سبب ہے۔ بخلاف اس کے کہ اگر ان کی زندگی میں کسی سے دعا واستغفار طلب کی جائے تو یہ مفضی الی الشرک نہیں۔ (لہٰذا یہ جائز ہے)

(فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بعد الوفات انبیاء اور صلحاء قبور میں زندہ ہیں لیکن ان سے دعا اور استغفار طلب کرنا منع ہے اور ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ممانعت احتیاط پر مبنی ہے کہ اس کے مفضی الی الشرک ہونے کا خطرہ ہے، نہ اس لئے کہ یہ شرک ہے۔ جب کہ جمہور سلف کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس استشفاع اور استغفار کی درخواست کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ مستحب ہے)

۵...... عنوان ہے حیاۃ الانبیاء فی قبورھم حیاۃ برزخیۃ یہ عنوان قائم کر کے اس کے تحت لکھا ہے:

والانبیاء احیاء فی قبورھم وقد یصلون کما رای محمد موسٰی صلوات اللہ وسلامہ علیھما وعلی سائر الانبیاء فی قبرہ لیلۃ الاسراء۔

انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہ نمازیں بھی پڑھتے ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اِسراء کی رات موسٰی علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں۔ (المستدرک علی مجموع الفتاوٰی ج ۱ ص ۱۰۱)

فائدہ: عنوان میں حیاتِ برزخیہ کا ذکر ہے اور تفصیل میں قبر کا لفظ ہے، اور نبی علیہ السلام نے موسٰی علیہ السلام کو جس قبر میں نماز پڑھتے دیکھا وہ سرخ ٹیلے کے پاس اِسی زمین پر تھی، اعلٰی علیین والی قبر نہیں تھی۔ معلوم ہوا کہ مؤلف کی مراد حیاتِ برزخیہ سے ارضی قبر میں جسدِ عنصری کی حیات ہے۔ اس سے فقط حیاتِ روح مراد نہیں بلکہ روح اور جسدِ عنصری کے مجموعہ والی حیات مراد ہے جو دنیاوی جسم کے زندہ ہونے کے اعتبار سے دنیاوی ہے اور عالم برزخ میں ہونے کے اعتبار سے برزخی ہے۔ یعنی محلِ حیات کے اعتبار سے حیات دنیوی ہے اور ظرفِ زمان کے اعتبار سے حیات برزخی ہے۔

حضور ﷺ کی قبر میں حیات تکلیفی نہیں

۶...... وقد غلط بعض الغلاۃ فسوّی بین حیاۃ النبی ﷺ وموتہ، واثبتوا لہ بعد موتہ حیاۃ حقیقیۃ کحیاتہ

- ﷺ - فی الحیاۃ الدنیا، وان الشھداء احیاء فی قبورھم وحیاۃ الانبیاء اکمل، وبناء علی ھذا اجازوا الاستغاثۃ بالنبی ﷺ - حیاً ومیتاً ولم یعلموا ان حیاتہ - ﷺ - بابی ھو وامی - حیاۃ برزخیۃ، وھذہ الحیاۃ البرزخیۃ من الغیب الذی اخبرنا اللہ بہ ولم نعلم حقیقتھا وکنھھا فوجب علینا الایمان بحیاۃ الانبیاء علی ھذا الاساس مع الجزم باختلافھا عن الحیاۃ الدنیا ولو ارید ان حیاتھم کحیاتھم فی الدنیا لاقتضت جمیع لوازمھا من اعمال وتکلیف وعبادۃ ونطق وغیر ذلک۔ (الاستغاثۃ فی الرد علی البکری ص ۴۳)

بعض غالی لوگوں نے غلطی کی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی حیات اور موت کو برابر کر دیا، یعنی انہوں نے موت کے بعد آپ ﷺ کے لئے دنیا کی (حسی تکلیفی) حیات کی طرح قبر میں حیات حقیقی ثابت کی۔ حالانکہ شہداء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور انبیاء کی حیات ان سے زیادہ کامل ہے۔ اس (مذکورہ بالا حیاتِ حسی تکلیفی والے عقیدے کی) بناء پر انہوں نے نبی ﷺ کے ذریعے زندگی میں بھی اور بعد الوفات بھی مدد طلب کرنا جائز قرار دیا اور انہوں نے یہ نہ جانا کہ آپ ﷺ کی حیات حیاتِ برزخیہ (یعنی مخفی زیر پردہ حیات) ہے، اور یہ حیاتِ برزخیہ امور غیب سے ہے جن کی اللہ نے ہمیں خبر دی اور ہم اس کی حقیقت کو نہیں جانتے۔ پس ہم پر واجب ہے کہ جیسے ہم غیبی امور پر ایمان لاتے ہیں اسی طرح انبیاء کی حیات پر ایمان لائیں اس یقین کے ساتھ کہ یہ حیات دنیا کی حیات سے مختلف ہے، اور اگر یہ مراد ہو کہ ان کی حیات بعینہٖ ان کی دنیا والی حیات کی مثل ہے تو یہ حیات تقاضا کرتی ہے اس کے تمام لوازم کا، یعنی اعمال، مکلف ہونا، عبادت کرنا، بولنا وغیرہ۔

(فائدہ: خلاصہ یہ ہے کہ امام ابن تیمیہؒ شہداء اور انبیاء علیہم السلام کے دنیاوی اجسام میں باطنی مخفی حیات مانتے ہیں لیکن دنیا کی محسوس کھلی تکلیفی حیات کی طرح قبر میں بدن کے لئے دنیاوی حیات مع لوازم دنیا نہیں مانتے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ لہٰذا امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا حیات قبر کے بارے میں وہی عقیدہ ہے جو سب اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے)

سماع صلوٰۃ وسلام

۷...... یسمع السلام علیہ من القریب ویبلّغ سلام البعید۔ (قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ ج ۱ ص ۱۴۲)

نبی کریم ﷺ قریب والے کا سلام سنتے ہیں اور دور والے کا سلام آپ ﷺ کو پہنچایا جاتا ہے۔

۸...... إذا صلی وسلم علیہ من بعید بلغ ذلك، وإذا سلم علیہ من قریب سمع ھو سلام المسلم علیہ۔

(منہاج السنۃ ج ۲ ص ۴۴۳)

اگر دور سے حضور علیہ السلام پر صلوۃ وسلام پڑھا جائے تو آپ تک پہنچایا جاتا ہے اور اگر قریب سے سلام پیش کیا جائے تو حضور علیہ السلام خود سنتے ہیں۔

۹...... واتفق الائمۃ علی انہ یسلم علیہ عند زیارتہ وعلی صاحبیہ الخ

ائمہ اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ قبر شریف کی زیارت کے وقت نبی ﷺ پر اور آپ کے دو ساتھیوں پر

سلام کیا جائے ۔ کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے نبی ﷺ نے فرمایا جو آدمی بھی مجھ پر سلام کرے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف متوجہ کردے گا۔ حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: وھو حدیث جید اور ابن ابی شیبہ اور دارقطنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں جو آدمی میری قبر کے پاس مجھ پر سلام کرے گا میں اس کو خود سنوں گا اور جو دور سے مجھ پر سلام بھیجے گا وہ مجھ تک پہنچایا جائے گا۔ اس کی سند میں قدرے ضعف ہے لیکن اس کے شواہد ومؤیدات ثابت ہیں۔ کیونکہ دور سے آپ ﷺ پر صلوۃ وسلام کا پہنچانا محدثین حضرات نے متعدد اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ سے حدیث ہے آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو مجھ پر کثرت سے درود پڑھو۔ کیونکہ تمہارا درود میرے اوپر پیش کیا جائے گا۔ صحابہ نے کہا کہ ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا، حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کے گوشتوں کو کھائے اور نسائی وغیرہ میں ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری قبر پر فرشتے مقرر کردے گا جو میری امت کا سلام مجھے پہنچائیں گے۔ (مجموع الفتاوی ج ۲۷ ص ۱۱۶)

۱۰...... الذی فی السنن ما رواہ ابو داود عن النبی ﷺ انه قال ما من رجل یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام، فھو یرد السلام علی من سلم علیه عند قبرہ ویبلغ سلام من سلم علیه من البعید کما فی النسائی عنه انه قال ان اللہ وکل بقبری ملائکة یبلغونی عن امتی السلام وفی السنن عنه انه قال اکثروا علی من الصلاۃ یوم الجمعة ولیلة الجمعة فان صلاتکم معروضة علی قالوا وکیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمت؟ فقال ان اللہ قد حرم علی الارض ان تاکل لحوم الانبیاء فبین ﷺ ان الصلاۃ والسلام توصل الیه من البعید واللہ قد امرنا ان نصلی علیه ونسلم وثبت فی الصحیح انه قال من صلی علی مرۃ صلی اللہ علیه بھا عشرا، صلی اللہ علیه وسلم تسلیما کثیرا۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۱۶)

سنن میں حدیث ہے جس کو امام ابوداود رحمہ اللہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو آدمی بھی مجھ پر سلام کرے گا تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو متوجہ کردے گا تاکہ میں سلام کا جواب دوں۔ پس جو آدمی آپ کی قبر کے پاس سلام کرتا ہے تو آپ ﷺ اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں، اور جو آدمی دور سے آپ ﷺ پر سلام کہتا ہے اس کا سلام آپ تک پہنچایا جاتا ہے۔ جیسا کہ نسائی میں نبی ﷺ سے حدیث ہے آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر فرشتے مقرر کردیئے ہیں جو میری امت کا سلام مجھے پہنچائیں گے، اور سنن میں آپ ﷺ سے حدیث ہے فرمایا کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا؟ کیونکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے حرام کردیا ہے زمین پر کہ وہ انبیاء کے گوشتوں کو کھائے۔ پس نبی ﷺ نے وضاحت فرما دی کہ دور سے صلوٰۃ وسلام ان تک پہنچایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آپ پر صلوۃ وسلام پڑھیں اور صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس پر دس رحمتیں بھیجتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما کثیرا!

۱۱...... والسلام علیہ عند قبرہ المکرم جائز الخ۔

اور سلام آپ ﷺ پر آپ کی قبر مکرم کے پاس جائز ہے ان مرفوع حدیثوں کی وجہ سے جو سنن میں مذکور ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی بھی مجھ پر سلام بھیجے گا اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر متوجہ کر دے گا تاکہ میں سلام کا جواب دوں، اور مشرق و مغرب میں جہاں بھی کوئی آدمی درود و سلام پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا درود و سلام آپ کی طرف پہنچا دیتے ہیں اس حدیث کی وجہ سے جو اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے سنن میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر کثرت سے درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا؟ حالانکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے، آپ نے فرمایا بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے گوشتوں کو کھائے، (چونکہ مشرق و مغرب سے پڑھا ہوا درود آپ تک پہنچایا جاتا ہے تو) اسی وجہ سے آپ نے فرمایا کہ میری قبر کو عید میلہ نہ بنانا، اور مجھ پر درود پڑھو تم جہاں بھی ہو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچے گا۔ پس آپ کی طرف درود ایسے ہی پہنچتا ہے جیسا کہ قریب سے پہنچتا ہے......اور ہمارے لیے یہ حکم بھی مشروع ہوا کہ ہم ہر نماز میں التحیات میں آپ ﷺ پر سلام بھیجیں اور کہیں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور یہ سلام بھی پوری دنیا سے آپ کی طرف پہنچتا ہے۔ اسی طرح جب ہم نے آپ پر نماز میں درود پڑھا اللھم صل علی محمد الخ تو یہ بھی آپ تک پہنچتا ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۳۲۱، ۳۲۲)

نیز اس مضمون کے لئے دیکھئے ج ۲۷ ص ۱۱۶ تا ۱۱۸، ۱۸۸، ۱۸۹، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۴۱، ۳۸۳، ۳۸۴، ۴۰۰، ۴۱۳، ۴۱۵

۱۲...... ولکن کان الداخل یسلم علی النبی ﷺ لقولہ ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام وھذا السلام مشروع لمن کان یدخل الحجرۃ وھذا السلام ھو القریب الذی یرد النبی ﷺ علی صاحبہ الخ۔

لیکن جو آدمی حجرہ مبارکہ میں داخل ہو وہ نبی ﷺ پر سلام کرے آپ کے اس فرمان کی وجہ سے ما من احد یسلم الخ! اور یہ سلام اس آدمی کے لئے مشروع ہے جو حجرہ میں داخل ہوتا ہے، اور یہی ہے وہ قریب والا سلام جس کا نبی علیہ السلام سلام کرنے والے پر جواب ارشاد فرماتے ہیں، لیکن مطلق سلام جو حجرہ سے باہر پڑھا جاتا ہے اور ہر جگہ میں پڑھا جاتا ہے وہ نماز والے صلوۃ وسلام کی مثل ہے......اور یہی وہ سلام ہے جس کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔ خصوصاً نبی کریم ﷺ کے لئے، بخلاف اس سلام کے جو قبر کے پاس ہو تو پس تحقیق اس سلام کا حکم آپ ﷺ کے درمیان اور تمام مؤمنین کے درمیان مشترک ہے، کیونکہ ہر مؤمن پر اس کی قبر کے پاس سلام کیا جاتا ہے جیسا کہ زندگی میں ملاقات کے وقت اس پر سلام کیا جاتا تھا، لیکن صلوۃ وسلام ہر جگہ میں اور نماز میں یہ نبی ﷺ کی خصوصیت ہے۔

(فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۳۲۴)

فائدہ: دیگر اہل سنت والجماعت کی طرح ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں اور یہ حیات برزخی ہے۔ نیز دیگر اہل سنت والجماعت کی طرح ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ قبر کے پاس پڑھا ہوا درود وسلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور دور سے پڑھا ہوا درود وسلام

فرشتوں کے ذریعے آپ تک پہنچایا جاتا ہے۔ البتہ قرب و بُعد کی تعیین میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا دوسرے علماء سے ایک فروعی اختلاف ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک حجرہ مبارکہ کے اندر درود وسلام پڑھا جائے تو یہ قریب ہے اور اگر حجرہ مبارکہ سے باہر سے پڑھا جائے تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو دور سے پڑھنے کا حکم ہے، لیکن جمہور اہل سنت کے نزدیک حجرہ مبارکہ سے باہر پڑھا ہوا درود وسلام بھی قریب کا مصداق ہے۔

۱۳...... ولیس فی الارض قبر اتفق الناس علی انه قبر نبی غیر قبره الخ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۱۱۶)

ف نبی کریم ﷺ کی قبر کے علاوہ کسی نبی کی قبر پر لوگوں کا اتفاق نہیں ہوا، اور ابراہیم علیہ السلام وغیرہ کی قبر کے بارے میں بھی اختلاف ہے، اور ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ پر آپ کی زیارت کے وقت سلام کیا جائے اور آپ کے دو ساتھیوں پر بھی سلام کیا جائے۔ (آگے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے دلیل کے طور پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ما من رجل یسلم علی الخ تحریر کی ہے اور ساتھ ہی فرمایا) وھو حدیث جید، اور ابن ابی شیبہ اور دارقطنی کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ جو آدمی میری قبر کے پاس سلام کرے گا تو میں اس کو سنوں گا۔

۱۴...... ولا یدخل في هذا الباب ما یروی من أن قوما سمعوا رد السلام من قبر النبي ﷺ أو قبور غيره من الصالحين وأن سعيد بن المسيب كان يسمع الأذان من القبر ليالي الحرة ونحو ذلك فهذا كله حق ليس مما نحن فيه، والأمر أجل من ذلك وأعظم. وكذلك أيضا ما يروى أن رجلا جاء إلى قبر النبي ﷺ فشكا إليه الجدب عام الرمادة فرآه وهو يأمره أن يأتي عمر فيأمره أن يخرج يستسقي بالناس فإن هذا ليس من هذا الباب. ومثل هذا يقع كثير المن هو دون النبي ﷺ وأعرف من هذا وقائع۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ج ۲ ص ۲۵۴)

(امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ قبر کو سجدہ گاہ اور بت پرستی کی جگہ بنانے سے نہی والی حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں) کہ ایک قوم نے نبی علیہ السلام کی قبر شریف سے یا صالحین کی قبر سے سلام کا جواب سنا، نیز سعید بن مسیب رحمہ اللہ حرہ کے زمانہ میں قبر سے اذان سنتے تھے۔ وغیرہ ذالک! یہ سب کچھ حق ہے اور اس نہی والی حدیث کے حکم میں داخل نہیں، اور یہ معاملہ قبر کو مسجد یا بت پرستی کی جگہ بنانے سے بالاتر ہے، اور اسی طرح یہ بھی مروی ہے کہ ایک آدمی رمادہ والے سال (یعنی سن ۱۸ھ جس میں قحط کی وجہ سے ہلاکتیں زیادہ ہوئی تھیں) نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس آیا اور قحط کی شکایت کی، اس کو خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ نے حکم دیا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام پہنچائے کہ وہ بمع لوگوں کے باہر نکلیں اور بارش طلب کریں۔ یہ واقعہ بھی مذکورہ نہی والی حدیث کا مصداق نہیں، اور اس جیسے واقعات نبی کریم ﷺ سے کم مرتبہ لوگوں کے لیے بھی بہت پیش آئے ہیں اور میں اس کے متعلق کئی واقعات جانتا ہوں۔

۱۵...... والأحاديث عنه بأن صلاتنا وسلامنا تعرض عليه كثيرة ... من صلى عند قبري سمعته، ومن صلى علي نائيا بلغته۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ج ۲ ص ۱۷۳)

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس مضمون پر بہت زیادہ احادیث موجود ہیں کہ ہمارا درود وسلام حضور علیہ السلام پر پیش کیا جاتا ہے۔ (اس کے بعد چند احادیث لکھی ہیں جن میں ایک حدیث یہ بھی لکھی ہے کہ) حضور علیہ السلام نے فرمایا جو میری قبر کے پاس درود پڑھے گا وہ میں خود سنوں گا اور جو دور سے درود پڑھے گا وہ مجھ تک پہنچایا جائے گا۔

١٦...... رواه أبو داؤد وغيره بإسناد جيد عن أبي هريرة عن النبي ﷺ أنه قال (ما من رجل يسلم علي إلا رد الله علي روحي حتى أرد علیہ السلام)، فهذا عمدة أحمد وأبي داود وابن حبيب وأمثالهم، وليس في لفظ الحديث المعروف في السنن والمسند (عند قبري) لكن عرفوا أن هذا هو المراد، وأنه لم يرد على كل مسلم عليه في كل صلاة في شرق الأرض وغربها مع أن هذا المعنى إن كان هو المراد بطل الاستدلال بالحديث من كل وجه على اختصاص تلك البقعة بالسلام، وإن كان المراد هو السلام عليه عند قبره كما فهمه عامة العلماء فهل يدخل فيه من سلم من خارج الحجرة؟ فهذا مما تنازع فيه الناس. وقد نوزعوا في دلالته، فمن الناس من يقول هذا إنما يتناول من سلّم عليه عند قبره كما كانوا يدخلون الحجرة على زمن عائشة فيسلمون على النبي ﷺ فكان يرد عليهم فأولئك سلموا عليه عند قبره وكان يرد عليهم، وهذا قد جاء عمومًا في حق المؤمنين: (ما من رجل يمر بقبر الرجل كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه إلا رد الله عليه روحه حتى يرد علیہ السلام) قالوا: فأما من كان في المسجد فهؤلاء لم يسلموا عليه عند قبره، بل سلامهم عليه كالسلام عليه في الصلاة، وكالسلام عليه إذا دخل المسلم المسجد وخرج منه۔ (الرد علی الاخنائی ص ۲۵۴)

ابوداؤد وغیرہ میں عمدہ سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد مروی ہے کہ جو آدمی مجھ پر سلام پیش کرے گا تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو متوجہ کر دے گا اور میں اس کے سلام کا جواب دوں گا، یہ حدیث امام احمد، امام ابوداؤد، اور ابن حبیب وغیرہ کی عمدہ دلیل ہے، اور سنن ابی داود اور مسند احمد کے معروف نسخوں میں عند قبری کا لفظ نہیں ہے، لیکن ان محدثین کے نزدیک حدیث کا مفہوم یہی ہے کہ اس حدیث میں قبر کے پاس سلام پیش کرنا مراد ہے، مشرق مغرب میں پڑھا ہوا ہر درود وسلام مراد نہیں۔ اگر یہ معنی لیا جائے تو پھر اس حدیث سے قبر کے پاس پیش کئے ہوئے سلام کی تخصیص پر استدلال باطل ہو جائے گا، اور اگر اس حدیث میں قبر کے قریب پیش کیا ہوا سلام مراد ہو۔ جیسا کہ تمام علماء نے اس سے یہی سمجھا ہے تو پھر اس صورت میں حجرہ سے باہر سلام پیش کرنے والے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ قریب میں داخل ہے یا نہیں؟ بعض علماء کا کہنا ہے کہ قبر کے قریب سلام پیش کرنے والا شمار تب ہوگا جب حجرہ کے اندر داخل ہو کر سلام پیش کرے۔ جیسا کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے زمانہ میں لوگ حجرہ میں داخل ہو کر سلام پیش کرتے تو آپ علیہ السلام جواب دیتے تھے، تو قبر کے قریب سلام پیش کرنے والے یہ تھے جن کو جواب بھی ملتا تھا اور یہ حکم صرف حضور علیہ السلام کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام مؤمنین کا بھی یہی حکم ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جب کوئی آدمی دوسرے ایسے آدمی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر وہ اس میت پر سلام کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ اس کو روح کو لوٹا تا ہے تا کہ وہ اس کے سلام کا جواب دے، یہ حضرات کہتے ہیں کہ مسجد نبوی میں موجود شخص اگر سلام پیش کرے تو یہ قبر کے قریب سلام پیش کرنے والا شمار نہیں ہوگا، یہ شخص ایسے ہی ہے جیسے نمازی نماز میں سلام پیش کرتا ہے اور جیسے کوئی شخص مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت درود وسلام پڑھتا ہے۔

١٧...... وأما قوله: (ما من رجل يمر بقبر الرجل فيسلم عليه إلا رد الله عليه روحه حتى يرد علیہ السلام)، (وما من مسلم يسلم علي إلا رد الله علي روحي حتى أرد علیہ السلام) فإنما فيه مدح المسلم عليه والإخبار بسماعه السلام

و أنه يرد السلام فيكافئ المسلم عليه لا يبقى للمسلم عليه فضل فإنه بالرد تحصل المكافأة۔

(الرد علی الاخنائی ص ۲۹۷)

حضور علیہ السلام کا یہ فرمان کہ جب کوئی آدمی دوسرے ایسے آدمی کی قبر کے ساتھ گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر وہ اس میت پر سلام کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ اس کو روح کو لوٹاتا ہے تاکہ وہ اس کے سلام کا جواب دے اور حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد مروی ہے کہ جو آدمی مجھ پر سلام پیش کرے گا تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو متوجہ کر دے گا اور میں اس کے سلام کا جواب دوں گا، اس میں سلام پیش کرنے والے کی مدح ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام سلام پیش کرنے والے کا سلام سنتے بھی ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں، تاکہ سلام کرنے والے کو بدلہ مل جائے اور سلام کرنے والے کا احسان باقی نہ رہے کیونکہ جواب دینے سے بدلہ مل جاتا ہے۔

۱۸...... وقد جاء هذا عاما في جميع قبور المؤمنين فما من رجل يمر بقبر الرجل كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه إلا رد الله روحه عليه حتى يرد علیہ السلام. فإذا كان رد السلام موجودا في عموم المؤمنين فهو في أفضل الخلق أولى۔ (ج ۲۷، ص ۳۹۵)

عام مؤمنین کی قبور کے متعلق احادیث میں یہ بات آئی ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا۔ پھر اس پر سلام کرتا ہے تو صاحب قبر کی روح کو اللہ متوجہ کر دیتا ہے اور صاحب قبر سلام کا جواب دیتا ہے۔ جب عام مؤمن قبر سے سلام کا جواب دیتا ہے تو افضل الخلق (حضور علیہ السلام) بطریق اولیٰ جواب دیتے ہیں۔

قبر میں حیات

۱۹...... ثم من اثبت من هؤلاء عذاب القبر كالاشعرية وبعض المعتزلة قال انه تخلق حياة في جزء من اجزاء البدن فينعم او يعذب۔ (الصفدیۃ ج ۲ ص ۲۶۷)

جن لوگوں نے عذابِ قبر کو ثابت مانا ہے جیسے اشعریہ اور بعض معتزلہ، انہوں نے کہا کہ بدن کے اجزاء میں سے کسی جزء میں حیات پیدا کی جاتی ہے پھر بدن کو ثواب یا عذاب دیا جاتا ہے۔

۲۰...... وكذلك ما يذكر من الكرامات وخوارق العادات التي توجد عند قبور الانبياء والصالحين مثل نزول الانوار والملائكة عندها وتوقي الشياطين والبهائم لها واندفاع النار عنها وعمن جاورها وشفاعة بعضهم في جيرانه من الموتى واستحباب الاندفان عند بعضهم وحصول الانس والسكينة عندها ونزول العذاب بمن استهانها - فجنس هذا حق... وما في قبور الانبياء والصالحين من كرامة الله ورحمته وما لها عند الله من الحرمة والكرامة فوق ما يتوهمه اكثر الخلق

اور اسی طرح جن کرامات کا اور خرقِ عادت واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے جو انبیاء اور صلحاء کی قبروں کے پاس پائے جاتے ہیں جیسے انوارات اور ملائکہ کا قبروں کے پاس اترنا، اور شیاطین اور جانوروں کا اُن قبروں سے بچنا، اور

ان قبروں سے اور جو اُن قبروں کا قرب اختیار کرے اس سے آگ کا دفع ہونا، اور ان کے بعض کا اپنے پڑوسی اموات کے بارے میں سفارش کرنا، اور اپنے پاس بعض کے دفن ہونے کو پسند کرنا، اور ان قبروں کے پاس اُنس اور سکون کا حاصل ہونا، اور ان قبروں کی توہین کرنے والوں پر عذاب کا نازل ہونا۔ پس یہ سب کچھ حق ہے...... اور انبیاء اور صلحاء کو قبور میں جو اللہ کی طرف سے عظمت اور رحمت نصیب ہوتی ہے اور ان قبروں کے لئے اللہ کے ہاں جو احترام اور عزت حاصل ہے وہ اکثر مخلوق کے وہم وگمان سے بالا ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ج ۲ ص ۲۵۵)

اعادۂ روح

۲۱...... والمقصود ان فی حدیث ابی هریرة قوله فیصیر الی قبره کما فی حدیث البراء بن عازب وحدیثُ ابی هریرة روی من طرق تصدِّق حدیثَ البراء بن عازب وفی بعض طرقه سیاق حدیث البراء بطوله کماذکره الحاکم مع ان سائر الاحادیث الصحیحة المتواترة تدل علی عود الروح الی البدن، اذِ المسالة للبدن بلا روح قول قاله طائفة من الناس وانکره الجمهور وکذلک السؤال للروح بلا بدن قاله ابن میسرة وابن حزم، ولو کان کذلک لم یکن للقبر بالروح اختصاص وزعم ابن حزم ان العود لم یروه الا زاذان عن البراء وضعفه، ولیس الامر کما قاله بل رواه غیر زاذان عن البراء وروی عن غیر البراء مثل عدی بن ثابت وغیره وقد جمع الدارقطنی طرقه فی مصنف مفرد مع ان زاذان من الثقات روی عن اکابر الصحابة کعمر وغیره وروی له مسلم فی صحیحه وغیره قال یحیی بن معین هو ثقة وقال حمید بن هلال وقد سئل عنه فقال هو ثقة لا یسال عن مثل هؤلاء وقال ابن عدی احادیثه لا باس بها اذا روی عنه ثقة وکان یبیع الکرابیس (فَإِذَا جَاءَهُ الْمُشْتَرِی عَرَضَ عَلَیْهِ شَرَّ الطَّرَفَیْنِ وَسَاوَمَهُ سَوْمَةً وَاحِدَةً کذا فی الثقات لابن حبان وغیره۔ ناقل) وانما رماه من رماه بکثرة کلامه واما المنهال بن عمرو فمن رجال البخاری وحدیث عود الروح قد رواه عن غیر البراء ایضا وحدیث زاذان مما اتفق السلف والخلف علی روایته وتلقیه بالقبول۔ وارواح المؤمنین فی الجنة وان کانت مع ذلک قد تعاد الی البدن کما انها تکون فی البدن ویعرج بها الی السماء کما فی حال النوم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو یہ لفظ ہیں فیصیر الی قبرہ (کہ روح لوٹ جاتی ہے اس کی قبر کی طرف) جیسا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے (فتعاد روحہ فی جسدہ)، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث، حدیث براء رضی اللہ عنہ کے لئے مؤید ہے...... باوجود اس بات کے کہ تمام احادیث صحیحہ متواترہ دلالت کرتی ہیں روح کے بدن کی طرف لوٹنے پر، کیونکہ بغیر روح کے صرف بدن سے سوال کرنا لوگوں کے ایک طائفہ کا قول ہے جمہور نے اس کا انکار کیا ہے۔ اسی طرح بغیر بدن کے روح سے سوال کرنا ابن میسرہ اور ابن حزم کا قول ہے، اگر اس طرح ہو تو پھر قبر کی تخصیص کا کوئی فائدہ نہیں، اور ابن حزم کا خیال یہ ہے کہ روح کے قبر کی طرف لوٹنے کی بات صرف زاذان نے براء رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، اور ابن حزم نے زاذان کو ضعیف قرار دیا۔ حالانکہ معاملہ ایسا نہیں بلکہ زاذان

کے علاوہ دوسرے رُواۃ نے بھی براء رضی اللہ عنہ سے اس کو نقل کیا ہے۔ اسی طرح براء کے علاوہ عدی بن ثابت وغیرہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی یہ حدیث مروی ہے، اور دارقطنی نے ایک علیحدہ تصنیف میں عودِ روح کی حدیثوں کی اَسناد کو جمع کیا ہے۔ علاوہ ازیں زاذان ثقہ راویوں میں سے ہے، اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کی ہے، اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں اس کی روایتیں ذکر کی ہیں، اور یحییٰ بن معین نے کہا ہو ثقۃ، حمید بن ہلال سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا ہو ثقۃ، اور فرمایا کہ ان جیسے راویوں کے بارے میں سوال نہیں کیا جاتا، ابن عدی نے کہا کہ جب اس سے ثقہ راوی روایت کرے تو اس کی حدیثوں میں کوئی حرج نہیں، اور یہ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے، (جب کوئی خریدار آتا تو کپڑے کا عیب دار حصہ اس کو دکھا دیتے اور ایک ہی نرخ بتاتے [جب وہ کپڑے میں خیانت نہیں کرتے تو حدیث رسول میں کیسے خیانت کر سکتے ہیں؟]) اور جس نے بھی ان پر اعتراض کیا ہے ان کے کثیر الکلام ہونے کی وجہ سے کیا ہے (جو موجبِ جرح نہیں) اور منہال بن عمرو بخاری کے راویوں میں سے ہے۔ اور زاذان کی حدیث ایسی ہے جس پر سلف وخلف نے اتفاق کیا ہے اور اس کو تلقی بالقبول عند المحدثین کا درجہ حاصل ہے (اور جس کو تلقی بالقبول حاصل ہو جائے وہ حدیث محدثین کے نزدیک متواتر شمار ہوتی ہے)

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۵ ص ۴۴۶)

فائدہ: خلاصہ یہ کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک روح قبر میں بدن عنصری کی طرف لوٹائی جاتی ہے اور سوال جواب روح اور بدن عنصری دونوں کے مجموعہ سے ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک عودِ روح الی البدن کی حدیثیں صحیح ہیں۔

۲۲...... فترسل بین السماء والارض فتصیر الی قبرہ فیجلس الرجل الصالح فی قبرہ غیر فزع الخ نیک آدمی کی روح کو آسمان وزمین کے درمیان چھوڑا جاتا ہے پھر وہ لوٹ آتی ہے میت کی قبر کی طرف، پس نیک آدمی کو اس کی قبر میں اس حالت میں بٹھایا جاتا ہے کہ اس پر گھبراہٹ نہیں ہوتی۔ (شرح حدیث النزول ص ۵۰)

روح کا بدن سے تعلق

۲۳...... وارواح المؤمنین وان کانت فی الجنۃ فلھا اتصال بالبدن الخ

مؤمنین کی ارواح اگرچہ جنت میں ہوتی ہیں لیکن ان کا بدن کے ساتھ بغیر طویل وقفہ کے جب اللہ چاہتے ہیں اتصال ہو جاتا ہے، جیسا کہ فرشتے آنکھ جھپکنے سے پہلے آسمانوں سے اتر آتے ہیں، (ان کو اترنے میں دیر نہیں لگتی، اسی طرح روح کو بھی بدن کے ساتھ اتصال میں کوئی دیر نہیں لگتی)، امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ موت کے بعد روح آزاد ہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جاتی ہے۔ اسی (روح کی تیز رفتاری کی) وجہ سے یہ بات بھی نقل کی گئی ہے کہ روحیں (مختلف اوقات میں) قبروں کے اردگرد بھی ہوتی ہیں اور تحقیق وہ جنت میں بھی ہوتی ہیں، اور یہ سب کچھ حق ہے، اور صحیح حدیثوں میں ہے کہ موت کے بعد روح بدن کی طرف لوٹا دی جاتی ہے اور بدن سے سوال کیا جاتا ہے اور سوال کے بعد پھر روح کو نکال لیا جاتا ہے لیکن بلاشبہ بدن کے ساتھ تعلق رہتا ہے، اور تحقیق

اس مضمون کی احادیث درجہ شہرت میں ہیں کہ میت اپنے اہل وعیال اور اپنے دنیا والے احباب کے حال کو جانتی ہے۔ کیونکہ اس پر ان کے احوال واعمال پیش کئے جاتے ہیں، اور جو کچھ قبر کے پاس کیا جاتا ہے اس کو میت دیکھتی ہے اور جانتی ہے، نیک کام سے خوش ہوتی ہے اور قبیح کام سے تکلیف محسوس کرتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق منقول ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے روضہ پاک میں دفن ہونے کے بعد ان کی قبر کے پاس پردہ کرتیں، اور فرماتیں کہ پہلے میرا باپ اور میرا خاوند تھا (اس لئے مجھے پردے کی ضرورت نہ تھی)، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اجنبی ہیں، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تعنی انہ یراھا'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو دیکھتے ہیں۔ (المستدرک علی مجموع الفتاوی ج ۱ ص ۹۵)

فائدہ: اسی لئے وہ پردہ کرتیں، بعض لوگوں کا یہ اعتراض کہ منوں مٹی جب دیکھنے میں رکاوٹ نہیں تو ایک کپڑا کیسے رکاوٹ بن سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا تعلق اللہ کی قدرت کے ساتھ ہے، اللہ چاہتے ہیں تو اپنی قدرت کے ساتھ منوں مٹی کا پردہ آنکھوں کے سامنے سے ہٹا دیتے ہیں، اور جب چاہتے ہیں تو کپڑے کو رکاوٹ بنا دیتے ہیں، جس کا اللہ کی قدرت پر ایمان ہے وہ اس پر بھی ایمان رکھے گا اور شک شبہ میں نہیں پڑے گا، نیز ہم دیکھتے ہیں کہ منوں لوہا اور منوں مٹی بجلی کے کرنٹ پہنچنے میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ لیکن پلاسٹک کا باریک سا پردہ رکاوٹ بن جاتا ہے۔ اس میں بھی اللہ کی قدرت ہی کارفرما ہے۔ ہمارے استاذ حکیم العصر مولانا عبدالمجید رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ قبر والے کے لئے قبر کی مٹی کو شیشہ بنا دیتے ہیں۔

(فائدہ: میرے (شیخ منیر احمد منور صاحب مدظلہ) تکمیل کے استاذ جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا منظور احمد نعمانی آف ظاہر والی کے سامنے ایک طالب علم نے یہ سوال کیا تو حضرت نے فرمایا آپ کو اپنا فہم مبارک اور ہمیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فہم مبارک)

۲۴...... الطریق الثانی ان یقال المجیء والاتیان والصعود والنزول توصف بہ روح الانسان التی تفارقہ بالموت وتسمی النفس وتوصف بہ الملائکۃ ولیس نزول الروح وصعودھا من جنس نزول البدن وصعودہ فان روح المؤمن تصعد الی فوق السموات ثم تھبط الی الارض فیما بین قبضھا ووضع المیت فی قبرہ وھذا زمن یسیر لا یصعد البدن الی ما فوق السموات ثم ینزل الی الارض فی مثل ھذا الزمان الخ۔

جب انسان کی روح موت کے ساتھ بدن سے جدا ہو جاتی ہے تو مجیئت، اِتیان، صعود، نزول (آنا، چڑھنا، اترنا) کے ساتھ روح کو متصف کیا جاتا ہے، اور اس روح کا نام نفس بھی رکھا جاتا ہے، اور مذکورہ صفات کے ساتھ فرشتوں کو بھی متصف کیا جاتا ہے، اور روح کا اترنا اور چڑھنا بدن کے اترنے اور چڑھنے کی جنس سے نہیں۔ کیونکہ مومن کی روح آسمانوں کے اوپر چڑھتی ہے پھر زمین کی طرف اس قلیل وقفے میں اترتی ہے جو روح قبض کرنے اور میت کے قبر میں رکھنے کے درمیان ہے۔ اتنے قلیل وقت میں بدن نہ آسمانوں کی طرف چڑھ سکتا ہے اور نہ زمین کی طرف اتر سکتا ہے۔ اسی طرح نیند اور بیداری میں روح کا آسمانوں کی طرف چڑھنا پھر بدن کی طرف لوٹنا وہ بھی قلیل زمانہ میں ہوتا ہے۔ اسی لئے بعض لوگوں نے روح کے قبر کی طرف اترنے کو سورج کی شعاع کے ساتھ

تشبیہ دی ہے۔ لیکن یہ مثال ممثل لہ کے مطابق نہیں۔ کیونکہ خود سورج نہیں اترتا اور جو شعاع زمین پر ظاہر ہوتی ہے وہ عرض ہے جو سورج کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے خود سورج نہیں اور نہ سورج کے ساتھ قائم ہے، لیکن روح خود چڑھتی ہے اور اترتی ہے۔ پس روح کے قبض کرنے کے اور فتنہ قبر (یعنی قبر کے سوال و جواب اور عذاب) کے بارے میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث مشہور ہے جس کو امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ نیز امام ابوداود، امام نسائی، امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے بھی اس کو مختصراً روایت کیا ہے۔ البتہ محدث ابوعوانہ رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس کو پوری تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے اور ابوعوانہ کی روایت میں ہے عن زاذان سمعت البراء اس سے اُن لوگوں کا اعتراض ختم ہو جاتا ہے جنہوں نے کہا کہ زاذان کا براء رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۵ ص ۴۳۷، ۴۳۸)

قبر میں سوال

۲۵...... وَمِنَ الْاِیْمَانِ بِالْیَوْمِ الْآخِرِ الْاِیْمَانُ بِکُلِّ مَا اَخْبَرَ بِهِ النَّبِیُّ ﷺ مِمَّا یَکُوْنُ بَعْدَ الْمَوْتِ الخ

ایمان بالآخرۃ میں سے ہے موت کے بعد پیش آنے والی ہر اس چیز پر ایمان لانا جس کی نبی ﷺ نے خبر دی ہے۔ پس وہ ایمان لاتے ہیں قبر کے فتنہ پر اور قبر کے عذاب و ثواب پر، فتنہ قبر کی تفصیل یہ ہے کہ لوگوں کا ان کی قبروں میں امتحان کیا جاتا ہے۔ پس آدمی سے پوچھا جاتا ہے تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے، تیرا نبی کون ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو کلمہ طیبہ کی برکت سے سوال کے وقت ثابت قدم رکھتے ہیں۔ پس مؤمن کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور اسلام میرا دین ہے، محمد ﷺ میرے نبی ہیں، لیکن شک کرنے والا پریشان ہو کر کہتا ہے آہ آہ، میں نہیں جانتا، میں نے لوگوں سے سنا وہ ایک بات کہتے تھے میں نے بھی وہی کہہ دی، پھر اس کو لوہے کے گرز کے ساتھ مارا جاتا ہے۔ پس وہ اس طرح چیختا ہے کہ اس کی چیخ کو سوائے انسان کے ہر چیز سنتی ہے اور اگر اس چیخ کو انسان سن لے تو بیہوش ہو جائے۔ (العقیدۃ الواسطیۃ ص ۹۵)

۲۶...... واما الفتنة فی القبور فهی الامتحان والاختبار للمیت الخ۔

قبروں میں فتنہ سے مراد میت کا امتحان اور آزمائش ہے جب دو فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا یعنی محمد ﷺ، پس اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو قول ثابت (یعنی کلمہ طیبہ) کی برکت سے ثابت قدم رکھتا ہے اور وہ جواب دیتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے، اسلام میرا دین ہے اور محمد میرے نبی ہیں اور کہتا ہے کہ وہ آدمی (جو ہم میں بھیجا گیا تھا) محمد رسول اللہ ہیں جو ہمارے پاس معجزات اور ہدایت لے کر آئے، ہم ان پر ایمان لائے اور ان کی اتباع کی۔ پھر وہ فرشتے اس میت کو سخت جھڑکتے ہیں اور یہ آخری امتحان ہوتا ہے جس کے ساتھ مؤمن کو آزمایا جاتا ہے۔ وہ فرشتے اس سے دوبارہ وہی سوال کرتے ہیں جو پہلے کئے تھے اور حضور ﷺ سے اس امتحان کے بارے میں تواتر کے ساتھ احادیث موجود ہیں جیسے حدیث براء، حدیث انس، حدیث ابی ہریرہ وغیرہ! اور یہ (قبر میں امتحان) تمام مکلّفین سے ہوتا ہے۔ سوائے انبیاء کے، ان کے بارے میں اختلاف ہے۔ اسی طرح غیر مکلّفین جیسے بچے اور مجنون، ان کے بارے میں بھی اختلاف ہے،

ایک قول یہ ہے کہ ان سے قبر میں امتحان نہیں لیا جاتا۔ اس لئے کہ امتحان صرف مکلفین سے ہوتا ہے۔ قاضی (ابو یعلی) اور ابن عقیل (حنبلی) کا یہی قول ہے، اس قول کے مطابق موت کے بعد ان کو (کلمہ وغیرہ کی) تلقین نہیں کی جائے گی اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان کو (موت کے بعد) تلقین کی جائے گی اور ان کا (قبر میں) امتحان بھی ہوتا ہے، ابو حکیم، ابوالحسن بن عبدوس کا یہی قول ہے اور ابوالحسن نے اس کو اپنے اصحاب سے نقل کیا ہے اور یہ دوسرا قول ان حضرات کے قول کے مطابق ہے جو کہتے ہیں کہ قیامت کے دن ان (بچوں اور مجنونوں) کو مکلف بنایا جائے گا جیسا کہ اہل علم اور اہل سنت محدثین اور متکلمین کی اکثریت کا یہی قول ہے، اور اسی کو ابوالحسن اشعری ؒ نے اہل سنت کی طرف سے ذکر کیا ہے اور اس کو ترجیح دی ہے اور امام احمد ؒ کی نصوص کا مقتضی بھی یہی ہے۔

(فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۵۷، نیز یہی مضمون دیکھئے ج ۴ ص ۲۷۷)

فائدہ: موت کے بعد تلقین اور قبر میں سوال وجواب موقوف ہے میت کے بدن عنصری کی حیات پر۔

سوال روح اور بدن دونوں سے

۲۷ ...... الاحادیث الصحیحۃ المتواترۃ تدل علی عود الروح الی البدن وقت السؤال الخ

قبر میں سوال کے وقت روح کا بدن کی طرف لوٹنا احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے اور بغیر روح کے بدن کا زندہ ہونا کچھ لوگوں کا قول ہے اور ان کے مقابلے میں کچھ دوسرے لوگ ہیں جنہوں نے کہا کہ قبر میں سوال بغیر بدن کے صرف روح سے ہوتا ہے، مرہ اور ابن حزم اسی کے قائل ہیں، امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں وکلاھما غلط یہ دونوں مذہب غلط ہیں اور احادیث صحیحہ بھی اس کو رد کرتی ہیں اور اگر سوال صرف روح کے لئے ہو تو اس صورت میں قبر کی تخصیص درست نہیں۔ (کیونکہ اس طائفہ کے نزدیک روح بدن کی طرف نہیں لوٹائی جاتی) اور جمہور نے اس کا انکار کیا ہے۔ (اور ان کا مذہب یہ ہے کہ سوال روح وبدن کے مجموعہ سے ہوتا ہے)

(المستدرک علی مجموع الفتاوی ج ۱ ص ۹۵ نیز دیکھئے شرح حدیث النزول ص ۵۱)

۲۸ ...... وان الروح قد تعرج من النائم الی السماء وھی لم تفارق البدن کما قال تعالی اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی وکذلک الساجد قال النبی ﷺ اقرب مایکون العبد من ربہ وھو ساجد وکذلک تقرب الروح الی اللہ فی غیر حال السجود مع انھا فی بدنہ ولھذا یقول بعض السلف القلوب جوالۃ قلب یجول حول العرش وقلب یجول حول الحش الخ۔

اور بے شک سونے والے کی روح آسمان کی طرف چڑھتی ہے۔ حالانکہ وہ بدن سے (کلی طور پر) جدا نہیں ہوتی۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: "اللہ روحوں کو قبض کرتا ہے ان کے بدنوں کی موت کے وقت اور ان کی بھی نیند کی حالت میں جن پر موت نہیں آئی۔ پھر اللہ تعالی اُن روحوں کو روک لیتا ہے جن پر موت کا فیصلہ ہو چکا، اور دوسری روحوں کو چھوڑ دیتا ہے مقرر مدت تک" اسی طرح سجدہ کرنے والے کے بارے میں نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

بندہ سجدے کی حالت میں اپنے رب کے قریب ترین ہوتا ہے۔ ایسے ہی حالتِ سجود کے علاوہ میں بھی روح اللہ کے قریب ہوتی ہے۔ حالانکہ وہ بدن میں ہے۔ اسی لئے بعض سلف کہتے ہیں کہ دل گھومنے والی چیز ہے، دل عرش کے اردگرد بھی گھومتا ہے اور بیت الخلاء کے اردگرد بھی گھومتا ہے اور جب روح قبض کی جاتی ہے تو اس کو تھوڑی سی مدت میں اللہ کی طرف چڑھایا جاتا ہے پھر اس کو بدن کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ پس اس سے سوال کیا جاتا ہے درانحالیکہ وہ بدن میں ہوتی ہے اور اگر جسم چڑھنے اور اترنے والا ہوتا تو اس کے لئے ایک لمبی مدت درکار ہوتی۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے جو میت کی قبر والی حالت بیان فرمائی اور منکر نکیر کا اس سے سوال کا ذکر فرمایا اور اس بارے میں احادیث بہت ہیں۔ صحیحین میں حضرت براء بن عازب ؓ کی مرفوع حدیث ہے کہ جب میت کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے پھر وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہے تو یہی ہے استقامت، جس کا اس آیت میں ذکر ہے یثبت اللہ الذین آمنوا، اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت انس ؓ سے مرفوع حدیث ہے کہ بندے کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس جاتے ہیں تو یہ اُن کی جوتیوں کی کھسکھساہٹ سنتی ہے اتنے میں اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں اور اس کو بٹھاتے ہیں۔ پھر اس کو کہتے ہیں اس آدمی یعنی محمد ﷺ کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ پھر صحیح جواب دینے پر حدیث میں ہے کہ فرشتہ اس کو جہنم والا ٹھکانہ دکھا کر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے تجھے جنت میں ٹھکانہ دیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے دونوں ٹھکانوں کو دیکھتا ہے اور کافر منافق جواب نہیں دے سکتا تو فرشتہ اس کو ڈانٹتا بھی ہے اور لوہے کے ہتھوڑے کے ساتھ اس کے سر پہ مارتا ہے۔ پس وہ چیختا ہے جس کو وہ سب مخلوق سنتی ہے جو اس کے قریب ہوتی ہے مگر جن وانس۔ یہ لکھ کر آگے ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں:

۲۹...... والناس فی مثل ھذا علی ثلاثۃ اقوال الخ

لوگوں کے ان جیسی حدیثوں کے بارے میں تین قول ہیں:

(۱) بعض لوگ مطلقاً میت کے بٹھانے کا انکار کرتے ہیں، کیونکہ اس کے بدن کو پتھروں اور مٹی کے ساتھ گھیر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے اس کا بیٹھنا ممکن نہیں، اور کبھی اس کو پتھر میں سوراخ کر کے اس میں رکھ کر سوراخ کو بند کر دیا جاتا ہے، اور کبھی اس کے بدن پر ایسی چیز رکھ دی جاتی ہے کہ جس سے اس کے بدن کی حالت نظر آئے لیکن وہ اپنی اسی پہلی حالت پر نظر آتا ہے، اسی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ کہا کہ عذاب قبر صرف اور صرف روح کو ہوتا ہے جیسا کہ ابن میسرہ اور ابن حزم کا قول ہے، وھذا قول منکر عند عامۃ اھل السنۃ والجماعۃ اور یہ جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک شاذ اور برا قول ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ خود بدن کو بٹھایا جاتا ہے جیسا کہ نصوص کے ظاہر سے سمجھ آ رہا ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ (روح کو اٹھایا اور بٹھایا جاتا ہے لیکن روح کا بدن عنصری کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے ثواب وعذاب کے اثرات بدن پر بھی پڑتے ہیں، اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ اصالۃً روح کو اٹھایا اور بٹھایا جاتا ہے لیکن بٹھانے اور اٹھانے کے بدن پر جو باطنی اور مخفی اثرات پڑتے ہیں اس کی وجہ سے بدن کی طرف اقعاد اور قعود کی مجازاً نسبت ہو سکتی ہے، تیسرے مذہب میں اسی چیز کو اختیار کیا گیا ہے، اور اس کو ابن

تیمیہ رحمہ اللہ یوں بیان فرماتے ہیں) وہ حجت پکڑتے ہیں قدرت کے ساتھ اور سچے رسول کی سچی حدیث کے ساتھ، اور وہ حس اور مشاہدے کی طرف نظر نہیں کرتے، اور اللہ کی قدرت حق ہے اور سچے رسول کی حدیث بھی حق ہے، لیکن اصل بات ان کی سمجھ کی ہے۔ آگے ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب یہ بات معلوم ہے کہ سونے والا سویا ہوا ہوتا ہے اور اس کی روح بیٹھتی ہے، اٹھتی ہے، چلتی ہے، آتی جاتی ہے، بات کرتی ہے، اور نائم کے بدن کے باطن کے ساتھ اور اس کی روح کے ساتھ مختلف باطنی افعال اور امور صادر ہوتے ہیں، اور اُن باطنی افعال کی وجہ سے اس کے بدن اور روح دونوں کے لئے راحت وتکلیف حاصل ہوتی ہے۔ حالانکہ اس کا جسم لیٹا ہوا ہے، آنکھیں بند ہیں، منہ بھی بند ہے، اعضاء ساکن ہیں، اور اس کی داخلی حرکت کی قوت کی وجہ سے کبھی اس کا بدن حرکت کرتا ہے کبھی کھڑا ہوتا ہے کبھی چلتا ہے کبھی بات کرتا ہے کبھی چیختا ہے اس کی باطنی حالت کے قوی ہونے کی وجہ سے، اسی پر قیاس کیا جائے گا قبر میں میت کی حالت کا، کیونکہ میت کی روح کو بھی بٹھایا جاتا ہے، اس سے سوال کیا جاتا ہے، اس کو ثواب وعذاب ہوتا ہے اور وہ روح چیختی ہے، لیکن اس حالت میں اس کا بدن کے ساتھ بھی تعلق ہوتا ہے، حالانکہ وہ اپنی قبر میں لیٹا ہوا ہے اور کسی وقت میت کی باطنی حالت اتنی قوی ہوجاتی ہے کہ اس کا اس کے بدن میں ظہور ہوتا ہے، اسی لیے کبھی اس کو قبر سے باہر دیکھا جاتا ہے، اور اس پر عذاب بھی دیکھا جاتا ہے اور ملائکہ عذاب اس پر مقرر ہوتے ہیں پس اس کا بدن حرکت کرتا ہے، چلتا ہے، قبر سے نکلتا ہے، اور کبھی متعدد لوگ معذبین کی آوازوں کو ان کی قبروں سے سنتے ہیں، اور کبھی ایسے شخص کا مشاہدہ کیا جاتا ہے جو قبر سے نکلتا ہے اور وہ عذاب میں مبتلاء ہوتا ہے، اور ایسے شخص کا مشاہدہ بھی کیا جاتا ہے جس کو بٹھایا جاتا ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب اس کا باطنی معاملہ قوی ہوجاتا ہے، لیکن یہ ہر میت میں لازم نہیں جیسا کہ نائم کے بدن کا بیٹھنا جس کو نائم دیکھتا ہے ہر سونے والے کے لئے لازم نہیں بلکہ یہ اس کی باطنی حالت کی قوت کے اعتبار سے ہوتا ہے، اور کبھی یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ بہت سارے بدنوں کو مٹی نہیں کھاتی جیسے انبیاء کے بدن اور غیر انبیاء میں سے صدیقین اور شہدائے اُحد اور ان کے علاوہ دوسرے شہداء، اور اس بارے میں احادیث متواتر ہیں، لیکن نبی علیہ السلام نے مطلقاً میت کے بٹھانے کا جو ذکر کیا ہے یہ اُن سب کے باطنی قعود کو شامل ہے اگرچہ بدن کا ظاہر لیٹا ہوا ہو۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۵ ص ۵۲۶ نیز شرح حدیث النزول ص ۸۸)

فائدہ: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جو کچھ فرمایا یہ تیسرے قول کے سمجھانے کے لئے تمثیل ہے، ورنہ ان کا مذہب وہی ہے کہ سوال وجواب اور اس کے بعد ثواب وعذاب روح اور بدن عنصری کے مجموعہ کے لئے ہوتا ہے۔

قبر میں عذاب وثواب

۳۰...... وقد اخبرَ النبیُ ﷺ فی الحدیث الصحیح ان البھائمَ تسمعُ اصواتَ المعذَّبین فی قبورھم۔

نبی کریم ﷺ نے صحیح حدیث میں خبر دی ہے کہ تحقیق جانور اُن معذبین کی چیخیں سنتے ہیں جن کو قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے۔ (الرد علی الشاذلی ص ۱۹)

۳۱...... وذکر عذاب القیامۃ والبرزخ معا فی غیر موضع ذکرہ فی قصۃ آل فرعون فقال وحاق بآل

فرعون سوء العذاب النار یعرضون علیها غدوا و عشیا و یوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب، و قال فی قصة قوم نوح مما خطیئاتهم اغرقوا فادخلوا نارا فلم یجدوا لهم من دون الله انصارا مع اخبار نوح لهم بالقیامة فی قوله و الله انبتکم من الارض نباتا ثم یعید کم فیها و یخرجکم اخراجا و قد ذکرنا فی غیر موضع الخ

عذاب قیامت اور عذاب قبر کا قرآن کریم کے متعدد مواضع میں اکٹھا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آل فرعون کے قصہ میں ان کا ذکر کیا ہے ''اور اترا آلِ فرعون پر سخت عذاب (یعنی عذاب دنیا) اور وہ آگ پر پیش کئے جاتے ہیں صبح اور شام (یعنی قبر میں)، اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو ان کو کہا جائے گا اے آلِ فرعون! سخت ترین عذاب میں داخل ہو جاؤ (یعنی جہنم میں)'' اسی طرح قومِ نوح کے قصہ میں ہے: ''اپنے گناہوں کی وجہ سے وہ غرق کئے گئے پھر وہ غرق ہونے والے آگ میں داخل کئے گئے (یعنی عذاب قبر میں)، پھر نہ پائے انہوں نے اپنے لئے اللہ کے علاوہ مددگار''، اس کے ساتھ ہی نوح علیہ السلام نے جو اُن کو قیامت کی خبر دی اُس کا بھی ذکر ہے کہ: ''اللہ نے تم کو زمین سے اٹھایا پھر وہی تمہیں اس زمین میں لوٹاتا ہے (یعنی قبر میں)، پھر وہی تمہیں (قیامت کے دن) نکالے گا۔'' (ان دونوں مضمونوں پر مشتمل ۱۳ر آیات ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ذکر کی ہیں، ان آیات سے قبر میں بدن عنصری کے لئے عذاب ثابت ہوتا ہے) (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۶۲ تا ۲۶۷)

۳۲...... وَ كَذٰلِكَ مَا تَوَاتَرَ عَنْهُ مِنْ اَحَادِيثَ سِوَى مَا فِي الْقُرْآنِ . . . وَمَا ذَكَرَهُ مِنْ اَسْمَاءِ اللهِ وَ صِفَاتِهِ وَمَا اَخْبَرَ بِهِ مِنْ فِتْنَةِ الْاِنْسَانِ فِي قَبْرِهِ وَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ نَعِيمِهِ (الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ج ۶ ص ۳۷۲)

قرآن کے ماسواء وہ احادیث جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی ہیں (ان میں سے چند یہ ہیں) اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی احادیث اور وہ احادیث جن میں قبر میں انسان کے امتحان کا ذکر ہے، نیز وہ احادیث جن میں قبر کے عذاب وثواب کا ذکر ہے۔

۳۳...... والایمان مع ذلک بنعیم القبر و بعذابه و بما یکون فی البرزخ من حین الموت الی حین القیامة من نعیم و عذاب الخ

مذکورہ امور پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ قبر کے ثواب وعذاب پر ایمان لانا اور موت کے وقت سے قیامت تک جو ثواب وعذاب برزخ میں ہوگا اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ پس جب انسان کی روح اس کے بدن سے جدا ہو جاتی ہے تو اس کے بعد وہ انسان یا راحت میں ہوتا ہے یا عذاب میں۔ پس ارواح سے ثواب وعذاب قیامت قائم ہونے تک مؤخر نہیں ہوتا (بلکہ قبر کے سوال جواب کے بعد شروع ہو جاتا ہے)، اگرچہ کامل ثواب وعذاب قیامت کے دن ہوگا، اور ابدان سے جدا ہونے والی ارواح اس حالت میں باقی نہیں رہتیں کہ وہ قیامت قائم ہونے تک ہزاروں سال ثواب وعذاب سے خارج ہوں (لیکن ارواح کا قبر والے بدنوں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اس لئے وہی عذاب تبعاً بدنوں کو بھی ہوتا ہے)، اسی وجہ سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے لوگو! تم کہتے رہتے ہو قیامت قیامت، بے شک جو آدمی فوت ہو گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی...... لیکن اہل بدعت جیسے بہت سے

جہمیہ اور معتزلہ وغیرہ برزخ میں ہونے والے ثواب وعذاب کی تکذیب کرتے ہیں اور جو کچھ قبر میں ہوتا ہے اس کا اقرار نہیں کرتے۔ جیسا کہ وہ جنت دوزخ کے وجود کا بھی انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح قیامت قائم ہونے سے پہلے قبر میں ثواب وعذاب کا عقیدہ بھی نہیں رکھتے۔ (المستدرک علی مجموع الفتاوی ج ا ص ۹۲)

۳۴...... سئل شیخ الاسلام - رحمہ اللہ تعالی - عن ... منکر ونکیر المیت اذا مات تدخل الروح فی جسدہ ویجلس ویجاوب منکرا ونکیرا فیحتاج ... ثانیا۔ فاجاب: عود الروح الی بدن المیت فی القبر لیس مثل عودھا الیہ فی ھذہ الحیاۃ الدنیا وان کان ... قد یکون اکمل من بعض الوجوہ کما ان النشاۃ الاخری لیست مثل ھذہ النشاۃ وان کانت اکمل منہا بل کل موطن فی ھذہ الدار وفی البرزخ والقیامۃ لہ حکم یخصہ ولھذا اخبر النبی ﷺ ان المیت ... لہ فی قبرہ ویسال ونحو ذلک وان کان التراب قد لا یتغیر فالارواح تعاد الی بدن المیت وتفارقہ الخ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ میت سے بعد الوفات منکر نکیر سوال کرتے ہیں؟ روح اس کے جسم میں داخل ہوتی ہے؟ اس کو بٹھایا جاتا ہے؟ منکر نکیر سے سوال جواب ہوتا ہے؟ اور کیا اس پر دوسری مرتبہ موت آتی ہے؟ شیخ الاسلام نے جواب دیا کہ (قبر میں) روح کا میت کے بدن کی طرف لوٹنا اِس دنیا میں روح کے بدن کی طرف لوٹنے کی طرح نہیں۔ اگرچہ وہاں پر (قبر میں) یہ لوٹنا بعض وجوہ سے زیادہ کامل ہوتا ہے۔ جیسا کہ آخرت کی زندگی دنیا کی زندگی کی مثل نہیں بلکہ اس سے زیادہ کامل ہے، بلکہ دنیا، برزخ اور قیامت میں سے ہر جگہ کے لئے الگ الگ خاص حکم ہے۔ اسی لئے نبی علیہ السلام نے خبر دی کہ میت کے لئے قبر کو وسیع کر دیا جاتا ہے اور اس سے سوال کیا جاتا ہے وغیر ذالک اور اگر مٹی میت کے بدن کو تبدیل نہ کرے تو روح میت کے بدن کی طرف لوٹائی بھی جاتی ہے اور اس سے جدا بھی ہوتی ہے، اور کیا اس جدا ہونے کا نام موت رکھا جائے گا؟ اس میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام موت رکھا جائے گا اور اس قول کے قائلین نے ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین کو اسی پر محمول کیا ہے کہ حیاتِ اولیٰ دنیا میں ہے۔ دوسری حیات قبر میں ہے اور دوسری موت بھی قبر میں ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرح ہے: و کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم، پس پہلی موت اِس دنیوی زندگی سے پہلے ہے۔ دوسری موت اِس دنیوی زندگی کے بعد ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ثم یحییکم موت کے بعد ہے (اس میں حیاتِ قبر اور حیاتِ آخرت دونوں داخل ہیں)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخری، نیز فرمایا فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون، پس روح بدن (عنصری) کے ساتھ جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں جڑ جاتی ہے اور جب اللہ چاہتے ہیں اُس سے جدا ہو جاتی ہے اور اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں۔ والنوم اخو الموت الخاور نیند ایک لحاظ سے موت ہے۔ اسی وجہ سے نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی اپنے بستر کی طرف ٹھکانہ پکڑے تو کہے باسمک اللھم اموت و احیی، اور جب بیدار ہو تو کہے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور، پس اللہ تعالیٰ نے نیند کا نام موت رکھا ہے اور بیدار ہونے کا نام حیات رکھا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ یتوفی

الانفس حین موتھا الخ پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ ارواح دو قسم پر ہیں، ایک وہ ارواح جن کو اللہ تعالیٰ موت کے وقت قبض کر لیتا ہے۔ دوسری وہ ارواح جن کو نیند کے وقت قبض کرتا ہے اور ان پر حقیقی موت نہیں آئی ہوتی۔ پھر جب وہ سو جاتے ہیں تو جس پر موت آ گئی بحالتِ نوم اس کی روح کو روک لیتا ہے اور جس پر حقیقی موت نہیں آئی اس کی روح کو چھوڑ دیتا ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ کی عادت مبارک یہ تھی کہ جب آپ بستر پر دراز ہوتے تو فرماتے باسمک ربی وضعت جنبی وبک ارفعه فان امسکت نفسی فارحمها وان ارسلتها فاحفظها بما تحفظ به عبادک الصالحین (میں نے تیرے نام کے ساتھ اپنا پہلو رکھا اور تیرے نام کے ساتھ ہی اٹھاؤں گا۔ پس اگر تو میری روح کو روک لے تو اس پر رحم فرما اور اگر تو اس کو چھوڑ دے تو اس کی حفاظت کر جیسا کہ تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے) اور جو سونے والا ہے اس کو بحالتِ نوم لذت اور تکلیف حاصل ہوتی ہے اور یہ راحت وتکلیف روح اور بدن دونوں کو حاصل ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر نیند میں اس کو کوئی مارتا ہے تو وہ صبح کے وقت اپنے بدن میں درد محسوس کرتا ہے اور اپنی نیند میں کوئی عمدہ چیز کھاتا ہے تو صبح کے وقت اس کا ذائقہ اپنے منہ میں محسوس کرتا ہے۔ پس جب سونے والے کے روح اور بدن دونوں کو راحت وتکلیف حاصل ہوتی ہے جو اس نے نیند میں دیکھا، لیکن جو اس کے قریب ہوتا ہے اس کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ سونے والا شدتِ تکلیف کی وجہ سے چیختا ہے یا اس کو گھبراہٹ حاصل ہوتی ہے اور بیدار آدمی اس کی چیخ کو سنتا ہے اور کبھی وہ قرآن پڑھتا ہے یا ذکر کرتا ہے یا کوئی اور جواب دیتا ہے اور بیدار آدمی اُس کی ان سب باتوں کو سنتا ہے، وہ سویا ہوا ہے، آنکھیں بند ہیں اور اگر اس کو مخاطب بنایا جائے تو وہ نہیں سنتا، تو کیسے مدفون کی اُس حالت کا انکار کیا جا سکتا ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ وہ اُن کی جوتیوں کی کھسکھساہٹ سنتی ہے، نیز فرمایا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں، اور دل قبر کے مشابہ ہے اسی لئے جب آپ کی عصر کی نماز فوت ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ ان کے پیٹوں کو اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے، اور ایک روایت میں ہے کہ اُن کے دلوں کو اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے، اور یہ جائز نہیں کہ یوں کہا جائے کہ میت جو ثواب وعذاب پاتی ہے یہ بعینہٖ سونے والے کی راحت وتکلیف کی مثل ہے بلکہ میت کی راحت وتکلیف سونے والے کی راحت وتکلیف سے اکمل ابلغ اور اتم ہے اور یہی حقیقی ثواب اور حقیقی عذاب ہے، لیکن اس مثال کو ذکر کیا جاتا ہے صرف قبر کے عذاب وثواب کے امکان کو بیان کرنے اور سمجھانے کے لئے اور یہ اُس وقت ضرورت پیش آتی ہے جب سائل یہ سوال کرتا ہے کہ میت اپنی قبر میں حرکت نہیں کرتی، مٹی سے اس میں تغیر نہیں آتا۔ وغیر ذالک! (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۷۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک قبر کے ثواب وعذاب کا تعلق اُس بدن کے ساتھ ہے جو اِسی مٹی میں مدفون ہے۔ کیونکہ مٹی اِسی بدن میں تغیر پیدا کرتی ہے اور سونے والا اپنے اسی بدن عنصری میں راحت وتکلیف کا اثر محسوس کرتا ہے۔

۳۵...... وکان مسجده مقبرة فجعله مسجدا بعد نبش القبور فاذا كانت الشريعة قد جاءت بالنهي عن مشاركة الكفار في المكان الذي حل بهم فيه العذاب فكيف بمشاركتهم في الاعمال التي يعملونها۔

نبی کریم ﷺ کی مسجد پہلے مقبرہ تھا پھر نبی علیہ السلام نے قبریں اکھیڑنے کے بعد اس کو مسجد بنایا، (امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ قبروں کے اکھیڑنے کی حکمت یہ بیان کرتے ہیں تاکہ عذاب والی جگہ میں مؤمنین کی کفار کے ساتھ شرکت نہ ہو، اس سے ایک اہم فائدہ اخذ کرتے ہیں، فرماتے ہیں) پس جب شریعت میں کفار کے ساتھ اس جگہ میں شرکت سے نہی ہے جس میں ان پر عذاب اتر رہا ہے تو ان کے ساتھ ان کے اُن خاص اعمال میں شرکت کیسے جائز ہو سکتی ہے جو وہ کرتے ہیں۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ج ۱ ص ۲۶۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک عذاب ارضی قبر میں اجساد عنصریہ کو ہوتا ہے کیونکہ جن قبروں کو اکھیڑ کر وہاں مسجد نبوی بنائی گئی وہ قبریں اسی زمین میں تھیں اور ان میں اجساد عنصریہ تھے، اور ان کو عذاب ہو رہا تھا، تو اس عذاب والی جگہ میں شرکت سے مسلمانوں کو بچایا گیا۔

۳۶...... واذا اصاب الخیل مغل اتوا بھا الی قبورھم الخ۔

جب گھوڑوں کو پیٹ میں درد ہوتا تو لوگ ان کو ان (یعنی قرامطہ جن کے کفریہ عقائد تھے، اسی وجہ سے مصر میں ان کے قبرستان مسلمانوں کے قبرستان سے جدا تھے) کی قبروں کی طرف لے آتے جیسا کہ وہ ان کو کفار کی قبروں کی طرف لے جاتے اور یہ گھوڑوں کے بارے میں ان کی عادتِ معروفہ ہے کہ جب بھی گھوڑوں کے پیٹ میں درد ہوتا تو وہ ان کو دمشق کے نصاریٰ کی قبروں کی طرف لے جاتے، اور اگر ان کی رہائش ہوتی اسمعیلیہ اور نصیریہ وغیرہ کفار کے درمیان تو وہ ان کو ان کی قبروں کی طرف لے جاتے، اور اگر وہ مصر میں ہوتے تو وہ ان کو یہود و نصاریٰ کی قبروں کی طرف لے جاتے یا اِبن عبیدیین کی قبروں کی طرف لے جاتے جو اشراف کی علامات اختیار کرتے تھے۔ حالانکہ وہ اشراف میں سے نہیں تھے اور گھوڑوں کے مالکان اپنے گھوڑوں کو انبیاء اور صالحین کی قبروں کی طرف نہیں لے جاتے تھے اور نہ عام مسلمانوں کی قبروں کی طرف، اور یہ چیز ان کے علماء اور لشکر کے ہاں یقینی اور مجرب ہے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ کفار کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے پس جانور ان کی چیخوں کو سنتے ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کی خبر دی کہ کفار کو قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے، صحیحین میں نبی ﷺ سے حدیث ہے کہ آپ ﷺ اپنے خچر پر سوار تھے، قبروں کے پاس گزرے، خچر بدکا حتیٰ کہ قریب تھا کہ آپ کو گرا دے، آپ نے فرمایا کہ یہ یہود کی چیخیں ہیں جن کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔ پس جانور جب ان بری چیخوں کو سنتے ہیں تو اس سے ان کے اندر حرارت پیدا ہوتی ہے جو ان کے پیٹ کی تکلیف کو دور کر دیتی ہے، لیکن جاہل لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ گھوڑوں کو ان لوگوں کی قبروں کے پاس لے جانے سے ان کا ٹھیک ہونا ان قبر والوں کے دین اور ان کی فضیلت کی وجہ سے ہے، لیکن جب ان کے سامنے یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ ان گھوڑوں کو یہود و نصاریٰ، نصیریہ اور ان جیسے دوسرے کفار کی قبروں کی طرف لے جاتے ہیں۔ انبیاء اور صلحاء کی قبروں کی طرف نہیں لے جاتے اور علماء نے ذکر کیا کہ بے شک یہ لوگ ان لوگوں کی قبروں کے پاس نہیں لے جاتے جو مصر اور شام وغیرہ میں دین کے اعتبار سے معروف ہیں، بلکہ یہ ان گھوڑوں کو فجار اور کفار کی قبروں کے پاس لے جاتے ہیں تو اس کے ساتھ جو لوگوں پر مشتبہ معاملہ تھا وہ واضح ہو گیا۔

(فتاوی ابن تیمیہ ج ۳۵ ص ۱۳۹، نیز دیکھئے الاستغاثہ ص ۳۲۸، ۳۲۹)

فائدہ: یعنی گھوڑوں کا صحت مند ہو جانا قبر والوں کے دین اور فضیلت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ ان کی چیخوں کی وجہ سے تھا جو عذاب قبر کی وجہ سے نکلتی تھیں، اس سے پتا چلا کہ عذاب قبر انہی زمینی قبروں میں روح اور جسد عنصری کو ہوتا ہے۔

عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے

۳۷...... سئل شیخ الاسلام - قدس اللہ روحہ وھو بمصر عن عذاب القبر ھل ھو علی النفس والبدن او علی النفس دون البدن؟ والمیت یعذب فی قبرہ حیا ام میتا؟ وان عادت الروح الی الجسد ام لم تعد فھل یتشارکان فی العذاب والنعیم او یکون ذلک علی احدھما دون الآخر؟ فاجاب - رضی اللہ عنہ وجعل جنۃ الفردوس منقلبہ ومثواہ آمین -: الحمد للہ رب العالمین بل العذاب والنعیم علی النفس والبدن جمیعا باتفاق اھل السنۃ والجماعۃ تنعم النفس وتعذب منفردۃ عن البدن وتعذب متصلۃ بالبدن والبدن متصل بھا فیکون النعیم والعذاب علیھما فی ھذہ الحال مجتمعین کما یکون للروح منفردۃ عن البدن الخ

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے مصر میں سوال کیا گیا کہ کیا عذاب قبر روح اور بدن دونوں پر ہوتا ہے یا بدن کے بغیر فقط روح پر؟ اور کیا میت کو قبر میں جب عذاب دیا جاتا ہے تو وہ زندہ ہوتی ہے یا مردہ؟ اور روح جسد کی طرف لوٹے یا نہ لوٹے دونوں صورتوں میں روح وجسد دونوں ثواب وعذاب میں شریک ہوتے ہیں یا نہیں؟ یا اُن میں سے فقط ایک پر عذاب وثواب ہوتا ہے؟ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جواب دیا: الحمد للہ رب العالمین بلکہ عذاب وثواب نفس (روح) اور بدن پر دونوں پر ہوتا ہے اور اس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے، البتہ روح کو ہر حالت میں عذاب ہوتا ہے خواہ وہ بدن سے جدا ہونے کی حالت میں ہو یا روح و بدن ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہوں۔ پس دونوں کے جمع ہونے کی حالت میں عذاب وثواب دونوں پر (اصالۃً) اکٹھا ہوتا ہے۔ جیسا کہ بدن سے جدا ہونے کے وقت (اصالۃً) فقط روح کو ہوتا ہے (اور تبعاً بدن کو ہوتا ہے) آگے ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے عذاب قبر کے بارے میں کچھ اور اقوال بھی نقل کئے، ایک قول یہ نقل کیا کہ ثواب وعذاب فقط روح کو ہوتا ہے اور بدن کو نہ ثواب ہوتا ہے نہ عذاب، فلاسفہ اور معتزلہ وغیرہ کا یہی قول ہے۔ دوسرا قول یہ کہ روح کو عذاب وثواب نہیں ہوتا۔ کیونکہ روح عین حیات ہے جب حیات ختم ہوئی تو روح فنا ہو گیا اور تیسرا قول یہ کہ برزخ میں نہ ثواب ہے نہ عذاب۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فاذا عرفت ھذہ الاقوال الثلاثۃ الباطلۃ فاعلم ان مذھب سلف الامۃ وائمتھا ان المیت اذا مات یکون فی نعیم او عذاب وان ذلک یحصل لروحہ ولبدنہ وان الروح تبقی بعد مفارقۃ البدن منعمۃ او معذبۃ وانھا تتصل بالبدن احیانا فیحصل لہ معھا النعیم والعذاب۔

جب آپ نے ان تین اقوال باطلہ کو جان لیا تو اب یہ بھی جان لیجئے کہ امت کے سلف اور ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ میت موت کے بعد یا ثواب میں مبتلاء ہوتی ہے یا عذاب میں اور یہ ثواب وعذاب روح اور بدن دونوں کو حاصل ہوتا ہے۔ (روح کو اصالۃً اور بدن کو تبعاً) اور روح بدن سے جدا ہونے کے بعد یا نعمتوں میں ہوتی ہے یا عذاب میں اور یہ روح کبھی بدن کے ساتھ (بصورت دخول فی البدن) متصل ہو جاتی ہے تو روح کے ساتھ بدن کو بھی

(اصالۃً) ثواب وعذاب حاصل ہوتا ہے، اور کیا روح کے بغیر بدن کو بھی عذاب وثواب ہوتا ہے؟ ایک طائفہ نے اس کو ثابت کیا لیکن جمہور نے اس کا انکار کیا ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا (کہ روح وبدن دونوں کو ثواب وعذاب ہوتا ہے) ہم اس کی وضاحت اور اس کے دلائل ذکر کرتے ہیں، عذاب قبر کی احادیث اور منکر نکیر کے سوال وجواب کی احادیث بہت ہیں اور نبی ﷺ سے متواتر ہیں۔ جیسا کہ صحیحین میں ابن عباس سے حدیث ہے، صحیح مسلم میں زید بن ثابت سے ہے۔ اسی طرح صحیح مسلم اور باقی سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے اور صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ہے، صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے، اور صحیح ابو حاتم بستی رحمہ اللہ میں ام مبشر سے ہے، اور صحیحین اور سنن میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہے، اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی طرح ہی صحیح ابن حبان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ اسی طرح صحیحین میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے۔ یہ سب حدیثیں تفصیلی طور پر نقل کرنے کے بعد امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ حدیث براء رضی اللہ عنہ کے بعد لکھتے ہیں: ففی هذا الحديث انواع من العلم منهاان الروح تبقى بعد مفارقة البدن خلافا لضلال المتكلمين و انها تصعد و تنزل خلافا لضلال الفلاسفة و انها تعاد الى البدن و ان الميت يسال فينعم او يعذب كما سال عنه اهل السؤال و فيه ان عمله الصالح او السيء ياتيه في صورة حسنة او قبيحة

اس حدیث میں چند علمی فوائد ہیں: (۱) روح بدن سے جدا ہونے کے بعد باقی رہتی ہے، اس میں بعض گمراہ متکلمین نے مخالفت کی ہے۔ (۲) روح آسمانوں کی طرف چڑھتی ہے اور پھر قبر کی طرف اترتی ہے، اس میں بعض گمراہ فلاسفہ نے مخالفت کی ہے۔ (۳) روح کو (قبر میں) بدن (عنصری) کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ (۴) میت سے (یعنی بدن عنصری سے، کیونکہ میت یہی ہے، روح یا بدن مثالی میت نہیں) سوال کیا جاتا ہے اور سوال کے بعد پھر میت کو یا انعامات سے نوازا جاتا ہے یا عذاب دیا جاتا ہے اس کے جواب کے مطابق۔ (۵) میت کا نیک عمل خوبصورت آدمی کی شکل میں اور برا عمل قبیح شکل میں اس کے پاس آتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ص ۲۹۳ پر لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: و هذا الحديث فيه اختلاف اضلاعه و غير ذلك مما يبين ان البدن نفسه يعذب اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس کی پسلیاں ادھر ادھر گھس جاتی ہیں اور اس کے علاوہ بھی جو کچھ اس میں بیان کیا گیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بدن عنصری کو بھی عذاب دیا جاتا ہے اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث ص ۲۹۵ پر لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: فقد اخبرت هذه النصوص ان الروح تنعم مع البدن الذي في القبر - اذا شاء الله - و انها تنعم في الجنة وحدها و كلاهما حق۔

ان احادیث نے اس بات پر متنبہ کیا کہ: (۱) جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو روح اور بدن جو قبر میں ہے دونوں کو (اصالۃً) جنت کا ثواب دیا جاتا ہے۔ (۲) اکیلی روح کو بھی (اصالۃً) جنت کا ثواب دیا جاتا ہے (جب روح بدن سے جدا ہو جائے) اور یہ دونوں باتیں برحق ہیں اور ص ۲۹۶ پر لکھتے ہیں:

۳۸...... و هذا الباب فيه من الاحاديث و الآثار ما يضيق هذا الوقت عن استقصائه مما يبين ان الابدان التي في القبور تنعم و تعذب - اذا شاء الله ذلك - كما يشاء و ان الارواح باقية بعد مفارقة البدن و منعمة و معذبة

ولهذا امر النبی ﷺ بالسلام علی الموتی کما ثبت فی الصحیح و السنن انه کان یعلم اصحابه اذا زاروا القبور ان یقولوا السلام علیکم اهل الدیار من المؤمنین و انا ان شاء الله بکم لاحقون یرحم الله المستقدمین منا و منکم و المستأخرین نسأل الله لنا و لکم العافیة اللهم لا تحرمنا اجرهم و لا تفتنا بعدهم و اغفر لنا و لهم و قد انکشف لکثیر من الناس ذلک حتی سمعوا اصوات المعذبین فی قبورهم و رأوهم بعیونهم یعذبون فی قبورهم فی آثار کثیرة معروفة و لکن لا یجب ذلک ان یکون دائما علی البدن فی کل وقت بل یجوز ان یکون فی حال دون حال۔

عذاب قبر کے باب میں اتنی احادیث اور آثار کثرت کے ساتھ ہیں کہ ان کا احاطہ کرنے سے وقت تنگ ہے، اُن حدیثوں میں یہ مضمون مشترکہ طور پر بیان ہوا ہے کہ جب اللہ چاہتے ہیں قبروں میں ابدان (عنصریہ) کو ثواب یا عذاب دیا جاتا ہے اور ارواح بدن سے جدا ہونے کے بعد باقی رہتی ہیں اور ان کو ہر حالت میں (اصالۃً) ثواب و عذاب ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے مردوں پر سلام کرنے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ صحیح اور سنن میں حدیث ہے کہ نبی ﷺ اپنے اصحاب کو سکھاتے تھے کہ جب وہ قبروں کی زیارت کریں تو یہ کہیں السلام علیکم اہل الدیار من المؤمنین الخ، اور تحقیق بہت سارے لوگوں کے لئے بدنوں کا یہ عذاب منکشف ہوا حتیٰ کہ انہوں نے قبروں سے عذاب میں مبتلاء اموات کی آواز کو سنا اور ان کو اپنی آنکھوں کے ساتھ دیکھا کہ اُن کو قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے اور اس بارے میں بھی آثار بہت ہیں اور معروف ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ انکشاف رؤیت عذاب ہر وقت ہو بلکہ جائز ہے کہ ایک حالت میں ہو اور دوسری حالت میں نہ ہو۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۸۲، ۲۹۶)

عذاب و ثواب اصالۃً روح کو اور تبعاً بدن کو ہوتا ہے

۳۹...... فان الانسان عبارة عن البدن و الروح معا بل هو بالروح اخص منه بالبدن و انما البدن مطیة للروح کما قال ابو الدرداء رضی اللہ عنہ انما بدنی مطیتی فان رفقت بها بلغتنی و ان لم ارفق بها لم تبلغنی الخ۔

انسان بدن اور روح دونوں کا نام ہے، بلکہ وہ بدن کی بنسبت روح کے ساتھ زیادہ خاص ہے، بدن تو روح کے لئے سواری ہے۔ جیسا کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا بدن تو میری سواری ہے، اگر میں اس کے ساتھ نرمی کروں گا تو یہ مجھے پہنچا دے گی اور اگر میں اس کے ساتھ نرمی نہیں کروں گا تو مجھے نہیں پہنچائے گی اور ابن مندہ وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن مخلوق کے درمیان خصومت جاری رہے گی۔ حتیٰ کہ روح اور بدن بھی جھگڑا کریں گے، روح بدن سے کہے گی کہ تو نے گناہ کئے، بدن روح سے کہے گا کہ تو نے مجھے حکم دیا تھا، پھر اللہ ایک فرشتہ بھیجے گا جو ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرے گا اور کہے گا کہ تمہاری مثال ایسے ہے جیسے ایک اپاہج اور ایک نابینا ہے، یہ دونوں ایک باغ میں داخل ہوئے، اپاہج نے اس میں پھل لگے ہوئے دیکھے تو اندھے سے کہا کہ مجھے پھل نظر آرہے ہیں لیکن میں پھل تک پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتا، اندھے نے کہا کہ میں وہاں تک جانے کی طاقت رکھتا ہوں لیکن میں اس کو دیکھ نہیں سکتا۔ اپاہج نے اسے کہا کہ آ، مجھے اٹھا تاکہ میں پھل توڑوں، اندھے نے اسے

اٹھایا، اپاہج اسے بتاتا گیا اور اندھا اسے لے کر چلتا گیا، اپاہج نے پھل توڑا (اور دونوں نے کھایا) فرشتہ پوچھے گا کہ ان دونوں میں سے سزا کس پر آنی چاہئے؟ روح اور بدن کہیں گے کہ دونوں پر، فرشتہ کہے گا کہ تم دونوں بھی اسی طرح ہو۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۲۲، ۲۲۳)

دنیا میں سزا روح اور بدن دونوں کو ملتی ہے لیکن روح بدن کے تابع ہے، آخرت میں بھی عذاب روح اور بدن دونوں کو اصالۃً ہوگا تو برزخ میں بھی عذاب روح اور بدن دونوں کو ہونا چاہئے کیونکہ جرم میں دونوں شریک ہیں لیکن روح کو اصالۃً اور بدن کو تبعاً۔

میت زائر کو پہچانتی ہے

۴۰...... سوال: شیخ الاسلام سے سوال کیا گیا کہ: (۱) کیا میت ایک قبر سے دوسری قبر کی طرف منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) اور میت کی روح قبر میں اترتی ہے یا نہیں؟ (۳) اور میت زائر کو پہچانتی ہے یا نہیں؟

جواب: (۱) میت کی قبر کو بوقت ضرورت اکھیڑنا جائز ہے بلا عذر اکھیڑنا جائز نہیں، مثل ان یکون المدفن الاوّل فیہ مایؤذی المیت فینقل الی غیرہ جب پہلی قبر میں کوئی ایسی چیز ہو جو میت کو تکلیف دے تو اس کو دوسری جگہ منتقل کرنا جائز ہے جیسا کہ ایسے عذر کی وجہ سے بعض صحابہ کو منتقل کیا گیا (میت کو تکلیف تب پہنچے گی جب زمینی قبر والے بدن عنصری میں حیات ہو) (۲) والروح تشرف علی القبر وتعاد الی اللحد احیانا کما قال النبی ﷺ الخ روح قبر کی طرف متوجہ رہتی ہے اور بعض اوقات لحد کی طرف اس کو لوٹایا جاتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی دوسرے آدمی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر وہ اس پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میت پر اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے تا کہ وہ سلام کا جواب دے۔ (۳) والمیت قد یعرف من یزورہ الخ اور میت زائر کو پہچانتی ہے اسی وجہ سے سنت یہ ہے کہ یوں کہا جائے السلام علیکم الخ!

(فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۴ ص ۳۰۳، ۳۰۴)

شیخ الاسلام سے سوال کیا گیا کہ جب زندہ لوگ اموات کی (قبور کی) زیارت کرتے ہیں تو کیا مردے ان کی زیارت اور زیارت کنندگان کو جان اور پہچان لیتے ہیں؟ شیخ الاسلام نے جواب دیا کہ میت کا زندہ کو جاننا جب وہ اس کی زیارت اور اس پر سلام کرے تو یہ حدیث سے ثابت ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی اپنے مؤمن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر وہ گزرنے والا اس پر سلام کرتا ہے تو یہ مؤمن اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ قال ابن المبارک ثبت ذلک عن النبی ﷺ وصححہ عبدالحق صاحب الاحکام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نبی علیہ السلام سے ثابت ہے اور اس کو محدث عبدالحق اشبیلی (مؤلف ''الاحکام الکبریٰ'') نے صحیح قرار دیا ہے۔

(فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۴ ص ۳۳۱)

۴۱...... وقد روي حديث صححه ابن عبد البر أنه قال ما من رجل يمر بقبر رجل كان يعرفه في الدنيا، فيسلم عليه، إلا رد الله عليه روحه حتى يرد علیہ السلام۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ج ۲ ص ۱۷۸)

حدیث میں ہے جو آدمی ایسے آدمی کی قبر کے پاس گزرے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا اور اس پر سلام کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو متوجہ کر دیتے ہیں تا کہ وہ اس کے سلام کا جواب دے۔ اس حدیث کو ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

۴۲...... وروی عن النبی ﷺ انه قال ما من رجل يمر بقبر رجل كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه الا رد الله عليه روحه حتى يرد علیہ السلام۔

نبی کریم ﷺ سے روایت کی گئی ہے آپ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی دوسرے ایسے آدمی کی قبر کے ساتھ گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر وہ اس میت پر سلام کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ اس کو روح کو لوٹاتا ہے تا کہ وہ اس کے سلام کا جواب دے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۷ ص ۱۷)

فائدہ: سلام کا سننا اور جواب دینا موقوف ہے حیات پر۔

۴۳...... وقد تعاد الروح إلى البدن في غير وقت المسألة كما في الحديث الذي صححه ابن عبد البر عن النبي ﷺ أنه قال: ما من رجل يمر بقبر الرجل الذي كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه إلا رد الله عليه روحه حتى يرد علیہ السلام۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۹۵ نیز ج ۱ ص ۳۵۱)

کبھی روح بدن کی طرف منکر نکیر کے سوال کے وقت کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی لوٹائی جاتی ہے (اگر چہ لوٹانے کی کیفیت مختلف ہوسکتی ہے) جیسا کہ اس حدیث میں ہے جس کو ابن عبد البر نے صحیح کہا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب کوئی آدمی کسی آدمی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا اور اس پر سلام کرتا ہے تو صاحب قبر کی روح کو اللہ متوجہ کر دیتا ہے اور وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔

۴۴...... كما ثبت عن رسول الله ﷺ وما من رجل يمر بقبر الرجل كان يعرفه في الدنيا فيسلم عليه إلا رد الله عليه روحه حتى يرد علیہ السلام صح ذلك عن النبي ﷺ إلى غير ذلك من الأحاديث۔

(فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۴ ص ۱۷۳، نیز ص ۲۹۷، ۳۰۳، ۳۶۴، ج ۲۷ ص ۱۷، ۴۱۵)

حضور علیہ السلام سے ثابت ہے کہ جب کوئی آدمی کسی آدمی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا اور اس پر سلام کرتا ہے تو صاحب قبر کی روح کو اللہ متوجہ کر دیتا ہے اور وہ سلام کا جواب دیتا ہے، یہ حدیث حضور علیہ السلام سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے، اس کے علاوہ بھی احادیث موجود ہیں۔

قبر میں سوال، میت کا سماع، عذاب وثواب

۴۵...... امام ابو حاتم نے اپنی صحیح میں روایت نقل کی ہے اور دوسرے ائمہ نے بھی اس کو نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا بے شک میت لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز سنتی ہے۔ پس اگر مؤمن ہو تو نماز اس کے سر کی جانب، روزہ دائیں جانب، زکوۃ بائیں جانب اور لوگوں کے ساتھ احسان اور بھلائی اس کے پاؤں کی جانب موجود ہو جاتے ہیں۔ پس فرشتہ اس کے سر کی جانب آتا ہے تو نماز کہتی ہے میری جانب سے داخل ہونے کی کوئی جگہ نہیں، پھر وہ دائیں جانب سے آتا ہے تو روزہ کہتا ہے میری جانب سے داخل ہونے کی جگہ نہیں، پھر وہ بائیں جانب سے آتا ہے تو

زکوۃ کہتی ہے میری جانب سے داخل ہونے کی جگہ نہیں، پھر پاؤں کی جانب سے آتا ہے تو صدقہ صلہ رحمی وغیرہ نیکیاں کہتی ہیں میری جانب سے داخل ہونے کی جگہ نہیں۔ پس اس آدمی کو کہا جاتا ہے بیٹھ جا، پس وہ بیٹھ جاتا ہے اور اس کے لئے سورج کے غروب ہونے کا وقت سامنے کر دیا جاتا ہے۔ پس اس کو کہا جاتا ہے کہ کون ہے یہ آدمی (محمد ﷺ) جو تم میں تھا، اس کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ پس وہ کہتا ہے مجھے چھوڑ دو تاکہ میں نماز پڑھوں۔ پس فرشتے کہتے ہیں عنقریب آپ یہ عمل کریں گے، ہمیں اس کا جواب دے جو ہم آپ سے پوچھ رہے ہیں، وہ کہتا ہے مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ فرشتے کہتے ہیں اس آدمی کے بارے میں جو تم میں تھا آپ کیا کہتے ہیں، وہ کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق یہ اللہ کے رسول ہیں جو اللہ کی طرف سے حق لے کر آئے، فرشتے کہتے ہیں اسی پر تو زندہ رہا، اسی پر تیری موت ہوئی اور اسی پر ان شاء اللہ تعالیٰ تو قبر سے اٹھایا جائے گا۔ پھر اس کے لئے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ پس اس کو کہا جاتا ہے یہ ہے تیرا ٹھکانہ اور وہ تمام نعمتیں بھی تیرے لئے ہیں جو اللہ نے اس میں تیار کر رکھی ہیں۔ پس اس کا شوق اور اس کی خوشی زیادہ ہو جاتی ہے، پھر اس کے لئے جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا جاتا ہے۔ پس اس کو کہا جاتا ہے کہ اگر تو اپنے رب کی نافرمانی کرتا تو جہنم میں تیرا ٹھکانہ یہ ہوتا (جس سے تو اللہ ورسول کی فرمانبرداری کی وجہ سے بچ گیا) پس اس کا شوق اور خوشی اور زیادہ ہو جاتی ہے، پھر ستر ہاتھ تک اس کی قبر فراخ کی جاتی ہے اور اس کے لئے قبر کو روشن کر دیا جاتا ہے اور اس کے جسم کو ویسے ہی لوٹا دیا جاتا ہے جیسے پہلے تھا اور اس کی روح کو رکھ دیا جاتا ہے پاکیزہ روحوں میں اور وہ روحیں پرندوں پر سوار ہو کر جنت کے پھل کھاتی ہیں۔ (شرح حدیث النزول ص ۹۰)

فائدہ: روحوں کا تعلق قبر والے بدنوں کے ساتھ بھی رہتا ہے اس تعلق کی وجہ سے روح کے واسطے سے ابدان بھی لطف اندوز ہوتے ہیں۔

(فائدہ: اعمالِ صالحہ اسی بدن کے لئے حصار بن کر حفاظت کرتے ہیں جس بدن کے ساتھ وہ اعمال کئے گئے اور وہ بدن عنصری ہے)

میت کا سماع

۴۶....... وقد اخرجاه فی الصحیحین عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان النبی ﷺ وقف علی قلیب بدر فقال هل وجدتم ما وعدکم ربکم حقا؟ وقال انهم لیسمعون الآن ما اقول، فذکر ذلک لعائشة فقالت وهم ابن عمر انما قال رسول الله ﷺ انهم لیعلمون الآن ان الذی قلت لهم هو الحق ثم قرأت قوله تعالی انک لا تسمع الموتی حتی قرأت الآیة واهل العلم بالحدیث والسنة اتفقوا علی صحة ما رواه انس وابن عمر وان کانا لم یشهدا بدرا الخ!

صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث ہے کہ نبی ﷺ بدر کے کنویں پر ٹھہرے اور فرمایا کہ کیا تمہارے رب نے جو تم سے وعدہ کیا تھا اُس کو سچا پالیا؟ نیز فرمایا کہ تحقیق یہ یعنی کفار مقتولین اب سن رہے ہیں جو میں کہہ رہا ہوں۔ اس کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے تذکرہ ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو وہم ہوا،

رسول اللہ ﷺ نے تو یوں فرمایا تھا کہ بے شک وہ البتہ جانتے ہیں کہ جو کچھ میں نے ان کو کہا تھا وہ حق ہے، پھر یہ آیت پڑھی انک لا تسمع الموتی، اور حدیث وسنت کے ماہرین علماء حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کی صحت پر متفق ہیں۔ اگرچہ یہ دونوں حضرات بدر میں حاضر نہیں تھے، کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث نقل کی ہے ابوطلحہ سے اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بدر میں حاضر تھے، یہ روایت ابوحاتم نے اپنی صحیح میں انس عن ابی طلحہ کی سند سے روایت کی ہے...... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ کیا آپ اُن اجساد کے ساتھ بات کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منہم قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے جو میں کہہ رہا ہوں تم اُن سے زیادہ سننے والے نہیں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا انکار نہیں کیا بلکہ اس جواب پر مطمئن ہو گئے) اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اُس وقت اُن کو زندہ کر دیا (حیات حقیقی کے ساتھ) تا کہ اُن کو ڈانٹنے، ذلیل کرنے، نیز عذاب وحسرت اور ندامت کے بڑھانے کے لئے اللہ تعالیٰ ان کو سنائے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ تاویل کی جیسا کہ ان جیسی بعض دوسری حدیثوں میں بھی انہوں نے تاویل کی ہے۔

(امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:) والنص الصحیح عن النبی ﷺ مقدم علی تاویل من تأول من اصحابہ وغیرہ نبی علیہ السلام سے جو نص صحیح وارد ہے وہ اصحاب کی تاویل پر مقدم ہوگی۔

(نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرآنی دلیل کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:) ولیس فی القرآن ما ینفی ذلک فان قولہ انک لا تسمع الموتی انما اراد بہ السماع المعتاد الذی ینفع صاحبہ فان ھذا مثل ضرب للکفار والکفار تسمع الصوت لکن لا تسمع سماع قبول بفقہ واتباع کما قال تعالٰی ومثل الذین کفروا کمثل الذی ینعق بما لا یسمع الا دعاء ونداء فھکذا الموتی الذین ضرب لھم المثل لا یجب ان ینفی عنھم جمیع السماع المعتاد انواعَ السماع کما لم ینف ذلک عن الکفار بل قد انتفی عنھم السماع المعتاد الذی ینتفعون بہ واما سماع آخر فلا ینفی عنھم۔ وقد ثبت فی الصحیحین وغیرھما ان المیت یسمع خفق نعالھم اذا ولوا مدبرین فھذا موافق لھذا فکیف یدفع ذلک؟

اور قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں جو سماعِ موتی کی نفی کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول انک لا تسمع الموتی سے مراد ہے سماعِ معتاد جو سننے والے کو نفع دے، کیونکہ اس میں کفار کو موتی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور کفار آواز سنتے تھے لیکن سماعِ قبول، سماعِ تفہم اور سماع برائے اتباع نہیں سنتے تھے (یعنی مطلق سماع کی نفی نہیں بلکہ ایسا سماع جس کو کفار قبول کر لیں، اس کو سمجھ لیں اور اتباع کر لیں، اِس خاص سماع کی نفی ہے)، یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں کی حالت اُس آدمی کی حالت کی طرح ہے جو جانوروں کو آواز دیتا ہے اور وہ جانور نہیں سنتے مگر پکار اور بلاوا (یعنی جیسے جانوروں کے کانوں میں آواز پڑتی ہے لیکن ان میں سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، ایسے ہی کفار آواز سنتے ہیں لیکن نہ سمجھتے ہیں اور نہ قبول کرتے ہیں) یہی حالت موتی کی ہے جن کو کفار کے لئے بطور مثال کے بیان کیا گیا ہے۔ پس ان سے بھی سماعِ معتاد (سماعِ نافع) کی نفی سے سماع کے تمام انواع کی نفی لازم نہیں

آتی، جیسا کہ کفار سے بھی سماع معتاد کی نفی سے سماع کی تمام انواع کی نفی لازم نہیں آتی اور سماع معتاد وہ ہے جس سے وہ نفع اٹھائیں اور قبول کر لیں، لیکن دوسرا سماع (یعنی غیر نافع) اُس کی اُن سے نفی نہیں ہوتی۔ (آگے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے سماع موتی کے اثبات پر صحیح بخاری کی حدیث سے دلیل پیش کی ہے، فرماتے ہیں) کہ تحقیق جب دفن کرنے والے پیٹھ پھیر کر واپس آتے ہیں تو میت ان لوٹنے والوں کی جوتیوں کی کھسکھساہٹ سنتی ہے۔ پس یہ حدیث آیت کی اس تفسیر کے موافق ہے۔ پس اس آیت کی وجہ سے سماع موتی کے قول کو کیسے رد کیا جا سکتا ہے؟

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۹۷)

۴۷...... سوال: (۱) کیا میت زائر کے کلام کو سنتی ہے؟ (۲) اور کیا میت زائر کی ذات کو دیکھتی ہے؟ (۳) کیا میت کی روح اس وقت میں اس کے جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے یا اس وقت میں اور اس کے علاوہ میں قبر کے قریب ہوتی ہے؟

جواب از سوال نمبر ۱: نعم یسمع المیت فی الجملة الخ۔ جی ہاں میت زائر کی بعض باتیں سنتی ہیں، جیسا کہ صحیحین میں نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ آگے ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے خفق نعال والی حدیث، مقتولین بدر کے سماع والی حدیث، اہل قبور کو سلام کرنے والی حدیث اور میت کی قبر کے پاس گزرنے والے کا میت پر سلام کرنا، میت کا اس کو پہچاننا اور سلام کا جواب دینا اور جمعہ کی رات نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنے کی حدیث (یہ پانچ حدیثیں بمع متن نقل کرنے کے بعد امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں) فھذہ النصوص و امثالھا تبین ان المیت یسمع فی الجملة کلام الحی، و لایجب ان یکون السمع له دائما بل قد یسمع فی حال دون حال کما قد یعرض للحی فانه قد یسمع احیانا خطاب من یخاطبه و قد لا یسمع لعارض یعرض له الخ۔ پس یہ نصوص اور ان جیسی دوسری نصوص اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ میت زندہ کی بعض باتیں سنتی ہے لیکن ہر وقت ہر بات کو سننا لازم نہیں بلکہ ایک حالت میں سنتی ہے دوسری حالت میں نہیں سنتی، جیسا کہ دنیا کے زندہ آدمی کو بھی یہ صورت پیش آتی ہے کہ وہ کبھی مخاطب کی باتوں کو سنتا ہے اور کبھی کسی عارض کی وجہ سے نہیں سنتا اور میت کا یہ سننا سمع اور ادراک ہے (یعنی دنیا والی قوت سامعہ کے ساتھ نہیں سنتے بلکہ برزخ میں عطاء کردہ قوت سامعہ کے ساتھ سنتے ہیں۔ اسی کو ابن تیمیہ نے سمع اور ادراک کے ساتھ تعبیر کیا ہے) اور اس سماع پر کوئی جزاء مرتب نہیں ہوتی اور میت کے اس سماع کی انک لاتسمع الموتی سے نفی نہیں ہوتی کیونکہ آیت میں نفی ہے سماعِ قبول اور سماعِ امتثال کی (یعنی ایسا سننا جس کو مردے سن کر اتباع کریں اور قبول کر لیں اور اس پر قبولیت کے ثمرات مرتب ہوں) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کافر (معاند، ضدی) کو جو داعی کی دعوت کو قبول نہیں کرتا اس کو میت کے ساتھ تشبیہ دی ہے، نیز دوسری آیت میں ان کو تشبیہ دی ہے جانوروں کے ساتھ (وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ الآية)، جو آواز کو سنتے ہیں اور معنی نہیں سمجھتے، پس میت بھی اگرچہ کلام کو سنتی ہے اور معنی کو سمجھتی ہے لیکن داعی کی دعوت کو قبول کرنا اس کے لئے ممکن نہیں رہا اور نہ اس داعی کے امر و نہی کی اتباع کرنا اس کے لئے ممکن ہے (کہ وہ دار التکلیف سے نکل کر دار الجزاء میں پہنچ چکا ہے) پس وہ داعی کی اتباع کر کے اس امر و نہی کے ساتھ اب نفع نہیں اٹھا سکتا، اسی طرح یہ کافر معاند بھی داعی کے امر و نہی کے ساتھ نفع نہیں اٹھا رہا

اگرچہ اس داعی کے خطاب اور دعوت کو یہ سنتا ہے اور معنی کو بھی سمجھتا ہے (معلوم ہوا کہ جیسے کفار معاندین کے لئے مطلق سماع ثابت ہے اسی طرح مردوں کے لئے بھی مطلق سماع ثابت ہے، البتہ دونوں میں مشترک بات یہ ہے کہ نہ مردوں کو اس سماع سے نفع ہوتا ہے اور نہ اُن کافروں کو سماع سے نفع ہوتا ہے۔ پس نفی اس آیت میں سماع نافع کی ہے مطلق سماع کی نفی نہیں اور اگر مردوں سے مطلق سماع کی نفی ہو تو اس صورت میں تشبیہ درست نہیں کیونکہ اس صورت میں کفار سنتے ہیں اور مردے نہیں سنتے) پھر امام ابن تیمیہ ؒ نے اس کی تائید میں کہ سماع سے بعض دفعہ سماع نافع اور سماع خیر (یعنی سماع قبول) مراد ہوتا ہے، نویں پارے کی آیت پیش کی ہے: ولو علم اللہ فیھم خیر الاسمعھم، اگر اللہ اُن میں خیر جان لیتا تو ان کو سنا دیتا، (عربی لغت کے اعتبار سے لَوْ اِس مفہوم کو ادا کرتا ہے کہ پہلی چیز کے نہ پائے جانے کی وجہ سے دوسری چیز بھی نہیں پائی گئی جیسے: لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا، اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سواء معبود ہوتے تو آسمان وزمین تباہ ہو جاتے، اور چونکہ آسمان وزمین میں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس لئے آسمان وزمین تباہ نہیں ہوئے، آیت مذکورہ کو بھی اسی طرح سمجھیں کہ اگر کافروں میں خیر ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کو سناتے لیکن ان میں خیر نہیں تھی اس لئے اللہ نے ان کو نہیں سنایا، اب سوال یہ ہے کہ اگر اللہ نے ان کو بالکل سنایا ہی نہیں اور انہوں نے حق کو قبول نہیں کیا تو وہ معذور ہیں کہ اُن کو حق سنایا ہی نہیں گیا، تو ان کا کیا جرم ہے؟ اور اگر اس میں مطلق سماع کی نفی نہ ہو بلکہ سماع نافع، سماع قبول اور سماع تفہیم اور بقول ابن تیمیہ سماع خیر کی نفی ہو اور مطلب یہ ہو کہ اگر ان میں خیر کا عنصر ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کو سماع نافع اور سماع قبول والے سماع کے ساتھ سناتے تو ان کو ایمان نصیب ہو جاتا، لیکن ان میں ضد وعناد کی وجہ سے خیر کا عنصر مفقود ہو چکا تھا اس لیے خیر کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اللہ نے ان کو سماع نافع اور سماع قبول والا سماع نہیں سنایا اور وہ ایمان نہیں لائے، اب اس پر کوئی اعتراض نہیں، پس جیسے اس آیت میں سماع نافع کی نفی ہے تو اسی طرح انک لاتسمع الموتی میں بھی نفی مطلق سماع کی نہیں بلکہ سماع نافع کی نفی ہے، لہٰذا امام ابن تیمیہ ؒ جب عام اموات کے سماع کے قائل ہیں تو صلوۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ کے سماع کے قائل کیوں نہیں ہوں گے؟ اور اسی طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام کے سماع کے قائل بھی کیوں نہ ہوں گے؟)

جواب از سوال نمبر ۲: واما رؤیۃ المیت فقد روی فی ذالک آثار عن عائشۃ وغیرھا رہی بات میت کے زائر کو دیکھنے کی تو اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کی گئی ہیں، (اس سے معلوم ہوا کہ امام ابن تیمیہ اس بات کے قائل ہیں کہ میت زائر کو دیکھتی بھی ہے اور اس کو پہچانتی بھی ہے اور امام ابن تیمیہ ؒ نے مجموعہ فتاوی کے مختلف مقامات میں میت کے زائر کو پہچاننے کے بارے میں حدیث نقل کی ہے اور پہچاننے کا تب جب دیکھے، ہمارے استاذِ محترم حکیم العصر حضرت مولانا عبد المجید ؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ صاحب قبر کے لئے قبر کی مٹی کی شیشہ بنا دیتے ہیں اس سے وہ زائر کو دیکھتا ہے)

جواب از سوال نمبر ۳: امام ابن تیمیہ ؒ نے تیسرے سوال کے جواب کے لئے مستقل فصل کا عنوان قائم کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے، فرماتے ہیں کہ سائل کا یہ سوال کہ کیا میت کی روح اس کے بدن کی طرف اُس وقت میں (میت کے سماع کلام کے وقت میں) لوٹائی جاتی ہے یا روح اس کی قبر کے قریب رہتی ہے؟ سو اس کا جواب یہ

ہے فان روحہ تعاد الی البدن فی ذلک الوقت کما جاء فی الحدیث و تعاد ایضا فی غیر ذلک پس تحقیق اس میت کی روح اس وقت میں اس کے بدن (عنصری) کی طرف لوٹائی جاتی ہے جیسا کہ یہ حدیث میں وارد ہوا ہے، نیز اس وقت کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی روح کو بدن (عنصری) کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۴ ص ۳۶۲، تا ۳۶۵)

۴۸...... وسماع المیت لقرع نعالھم والسلام علیہ ونحو ذلک مما ثبت ان جنس الاموات یسمعونہ لیس ذلک مخصوصا بقوم معینین الخ،

میت کا لوٹنے والوں کی جوتیوں کی آواز کو سننا اور اس پر سلام کہنا وغیرہ ان چیزوں میں سے ہے جن کو تمام اموات سنتے ہیں، یہ کسی معین قوم کے ساتھ مختص نہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان انک لاتسمع الموتی اس میں سماع معتاد کی نفی ہے اور سماع معتاد وہ ہے کہ جس سے سننے والوں کو نفع ہو اور سننے والے اس کو قبول کریں (یعنی مردے سنتے ہیں لیکن ان کو اس کے سننے سے نہ نفع ہوتا ہے اور نہ اس کے قبول کرنے کا کوئی فائدہ ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ولو علم اللہ فیھم خیرا لاسمعھم (اگر اللہ ان کفار معاندین میں بھلائی جان لیتا تو ان کو سناتا) اس میں سماع نافع مراد ہے، (یعنی اگر ان میں بھلائی ہوتی تو اللہ کی طرف سے ان کو سماع نافع اور سماع قبول نصیب ہوتا اور وہ ایمان لے آتے لیکن ان میں بھلائی نام کی کوئی چیز نہیں تھی اس لئے ان کو سماع نافع اور سماع قبول نصیب نہ ہوسکا اور وہ ایمان نہ لائے) اسی طرح لو کنا نسمع او نعقل (یعنی قیامت کے دن اہل جہنم کہیں گے اگر ہم سن لیتے یا سمجھ لیتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔ حالانکہ دنیا میں کافر اپنے کانوں سے سنتے تھے لیکن اس سننے سے ان کو نہ نفع ہوا نہ انہوں نے اس کو قبول کیا) پس اس آیت میں سماع نافع اور سماع قبول کی نفی ہے (یعنی اگر ہم سنتے سماع نافع اور سن کر قبول کر لیتے تو دوزخ میں نہ ہوتے)

۴۹...... فاذا کان قد نفی عن الکافر السمع مطلقًا و علم انہ انما نفی سمع القلب المتضمن للفھم و القبول لا مجرد سماع الکلام فکذلک المشبہ بہ وھو المیت

پس جیسے ان دونوں آیتوں میں لفظوں میں نفی مطلق سماع کی ہے لیکن حقیقت میں نفی ہے سماع نافع اور سماع قبول کی۔ اسی طرح مشبہ بہ یعنی موتی، ان میں بھی اگرچہ لفظوں میں نفی مطلق سماع کی ہے لیکن مراد ہے سماع نافع اور سماع قبول کی نفی۔ (المستدرک علی مجموع الفتاوی ج ۱ ص ۹۴)

فائدہ: معلوم ہوا کہ امام ابن تیمیہ کے نزدیک مردوں کے لئے مطلق سماع ثابت ہے اور جن آیات میں نفی ہے ان میں سماع نافع اور سماع قبول کی نفی ہے اور اگر مطلق سماع کی نفی ہو تو کفار کی مردوں کے ساتھ تشبیہ درست نہیں ہوتی، کیونکہ کفار سنتے تھے لیکن نہ مانتے تھے اور نہ قبول کرتے تھے اور نہ یہ سننا ان کے لئے نفع مند ثابت ہوا اور سننا حیات پر موقوف ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ابن تیمیہ کے نزدیک قبر میں جو ابدان عنصریہ ہیں ان میں حیات ہے، تو انبیاء علیہم کے ابدان عنصریہ بطریق اولی زندہ ہوں گے۔

۵۰...... واما تعذیب المیت فھو لم یقل ان المیت یعاقب ببکاء اھلہ علیہ بل قال یعذب و العذاب اعم من

العقاب فان العذاب هو الالم و ليس كل من تالم بسبب كان ذلك عقابا له على ذلك السبب فان النبي ﷺ قال السفر قطعة من العذاب يمنع احدكم طعامه و شرابه فسمي السفر عذابا و ليس هو عقابا على ذنب والانسان يعذب بالامور المكروهة التي يشعر بها مثل الاصوات الهائلة والارواح الخبيثة والصور القبيحة فهو يتعذب بسماع هذا و شم هذا و رؤية هذا و لم يكن ذلك عملا له عوقب عليه فكيف ينكر ان يعذب الميت بالنياحة و ان لم تكن النياحة عملا له يعاقب عليه؟ والانسان في قبره يعذب بكلام بعض الناس و يتالم برؤية بعضهم و بسماع كلامه و لهذا افتى القاضي ابو يعلى بان الموتى اذا عمل عندهم المعاصي فانهم يتالمون بها كما جاءت بذلك الآثار، فتعذيبهم بعمل المعاصي عند قبورهم كتعذيبهم بنياحة من ينوح عليهم، ثم النياحة سبب العذاب الخ۔

امام ابن تیمیہ ؒ نے حدیث نقل کی ہے ان المیت یعذب ببکاء اھلہ علیہ، اس کے بعد اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے میت کے لئے تعذیب کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ نہیں فرمایا ان المیت یعاقب ببکاء اھلہ علیہ بلکہ فرمایا یعذب، عذاب اور عقاب میں فرق ہے کیونکہ عذاب کا معنی ہے مطلقاً تکلیف اور عقاب کا معنی ہے سزا اور جو کسی سبب کی وجہ سے تکلیف ہو تو وہ عذاب (تکلیف) ہے لیکن وہ عقاب (سزا) نہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ سفر عذاب کا ٹکڑا ہے کیونکہ سفر کھانے پینے میں مانع بن جاتا ہے اس لئے سفر کا نام عذاب رکھا۔ لیکن یہ کسی گناہ پر عقاب نہیں اور انسان متعدد ناگوار امور جن کا اس کو شعور ہوتا ہے ان کی وجہ سے عذاب میں مبتلاء ہو جاتا ہے، جیسے خوفناک آوازیں، بدبوئیں، قبیح صورتیں، پس آدمی ان آوازوں کے سننے کی وجہ سے اور بدبوؤں کے سونگھنے کی وجہ سے اور قبیح صورتوں کو دیکھنے کی وجہ سے عذاب محسوس کرتا ہے۔ حالانکہ یہ اس کا اپنا عمل نہیں جس پر اس کو عقاب ہو، اس لئے نوحہ کی وجہ سے میت کے لئے عذاب (تکلیف) کا کیسے انکار ہو سکتا ہے؟ اگر چہ نوحہ اس کا اپنا عمل نہیں جس پر اس کو عقاب ہو (لہٰذا یہاں عذاب سے مراد نوحہ کے سننے کی وجہ سے میت کا پریشان ہونا اور ذہنی اذیت ہے جو عذاب ہے عقاب نہیں) اور مردہ آدمی اپنی قبر میں بعض لوگوں کی کلام کی وجہ سے عذاب محسوس کرتا ہے اور ان میں سے بعض کے دیکھنے اور ان کے کلام سننے کی وجہ سے تکلیف میں پڑ جاتا ہے، اسی وجہ سے قاضی ابو یعلی نے فتویٰ دیا کہ جب مردوں کے پاس گناہ کئے جائیں تو ان گناہوں کی وجہ سے مردے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ جیسا کہ یہی مضمون احادیث میں وارد ہوا ہے۔ پس معاصی عند القبور کی وجہ سے اموات کی تعذیب ایسے ہی ہے جیسا کہ نوحہ کی وجہ سے ان کا عذاب میں مبتلاء ہونا ہے۔ پھر نوحہ عذاب کا سبب ہے، لیکن کبھی سبب کا حکم عارض کی وجہ سے مرتب نہیں ہوتا، جیسا کہ بعض لوگوں میں اتنی قوت مدافعت ہوتی ہے کہ خوفناک آوازوں، بدبوؤں اور قبیح صورتوں کا ضرر ان پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اسی طرح وعید کی حدیثوں میں سبب عذاب وعقاب کا ذکر کیا جاتا ہے لیکن بعض موانع کی وجہ سے بعض مرتبہ ان سے مرتب ہونے والا حکم جدا ہو جاتا ہے، جیسے مقبول توبہ یا حسنات جو ان گناہوں کو مٹا دیں یا مصائب جو ان گناہوں کا کفارہ بن جائیں یا ایسے سفارشی کی سفارش جس کی سفارش قبول ہو جائے یا اللہ کا فضل ورحمت اور مغفرت۔ پس دنیا، برزخ اور قیامت میں جو مؤمن کو تکلیف

پہنچتی ہے وہ عذاب ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس عذاب کی وجہ سے اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ جیسا کہ صحیحین کی مرفوع حدیث میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کو جو بھی تکلیف، تھکاوٹ اور حزن وغم اور اذیت پہنچتی ہے تو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بنتی ہے حتیٰ کہ کانٹا جو اس کے پاؤں میں چبھ جائے اور مسند میں ہے جب یہ آیت نازل ہوئی من یعمل سوء یجز به (جو کوئی برا عمل کرے گا اس کی وجہ سے وہ جزا دیا جائے گا) تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ آیت تو کمر توڑ ہے، ہم میں سے کون ہے جس نے کوئی برا عمل نہ کیا ہو، آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا تو غمگین نہیں ہوتا؟ کیا تجھے اذیت نہیں پہنچتی؟ پس بے شک جنت پاک ہے، اس میں نہیں داخل ہوگا مگر پاک آدمی، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا طبتم فادخلوها خالدين تم پاکیزہ ہو۔ پس اس جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ......ہم نے موتی کے بارے میں جو کچھ ذکر کیا:

۵۱...... ان الموتى يسمعون الخطاب ويصل اليهم الثواب ويعذبون بالنياحة بل وما لم يسال عنه السائل من عقابهم في قبورهم وغير ذالك فقد يكشف لكثير من ابناء زماننا يقظة ومناما ويعلمون ذالك ويتحققونه وعندنا من ذالك امور كثيرة الخ،

یعنی مردوں کا کلام کو سننا، ان کی طرف ثواب کا پہنچنا، نوحہ کی وجہ سے مردوں کا عذاب میں مبتلاء ہونا، بلکہ ہم نے وہ باتیں بھی ذکر کی ہیں جن کا سائل نے سوال نہیں کیا۔ یعنی ان کا عقاب اپنی قبروں میں وغیرذالک، پس تحقیق ہمارے زمانے کے بہت سے لوگوں کے لئے بیداری میں اور نیند میں ان کو دکھایا جاتا ہے اور وہ اس کو جانتے ہیں اور اس کو وہ ثابت مانتے ہیں، اور ہمارے پاس اس کے متعلق بہت سے واقعات ہیں، لیکن مسائل علمیہ کے جواب میں اصل اعتماد کیا جاتا ہے کتاب وسنت پر۔ پس لوگوں پر اس کی تصدیق کرنا واجب ہے اور مذکورہ امور میں سے جو امر لوگوں پر منکشف ہو جائے یا جس امر کی کوئی سچا آدمی خبر دے تو یہ باتیں بھی علم کے لحاظ سے سودمند ہوتی ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے جو کچھ نصوص میں وارد ہوا ہے ان پر ایمان وتصدیق میں اضافہ ہوتا ہے، لیکن ان کشفی امور پر ایمان لانا واجب نہیں، ایمان لانا ان چیزوں پر واجب ہے جو انبیاء علیہم السلام لائے۔

(فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۴ ص ۳۷۴ تا ۳۷۶)

۵۲...... ومن قال ان الميت ينتفع بسماع القرآن ويؤجر على ذلك فقد غلط لان النبي ﷺ قال اذا مات ابن آدم انقطع عمله الا من ثلاث صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعو له فالميت بعد الموت لا يثاب على سماع ولا غيره وان كان الميت يسمع قرع نعالهم ويسمع سلام الذى يسلم عليه ويسمع غير ذلك لكن لم يبق له عمل غير ما استثنى۔

جس نے یہ کہا کہ میت کو قرآن کے سننے کے ساتھ نفع ہوتا ہے اور اس پر اس کو اجر ملتا ہے اس نے غلط کہا، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا جب ابن آدم فوت ہو جاتا ہے تو اس کا اپنا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین عملوں کا ثواب پہنچتا رہتا ہے ایک صدقہ جاریہ، دوسرا ایسا علم چھوڑ جائے جس سے نفع اٹھایا جائے، تیسرا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔ لہٰذا موت کے بعد میت کے قرآن سننے پر یا اس کے علاوہ کسی دوسرے عمل پر ثواب نہیں ملتا۔ اگرچہ میت

ان کی جوتیوں کی کھسکھساہٹ سنتی ہے اور سلام کرنے والے کا سلام بھی سنتی ہے۔ اس کے علاوہ دوسری باتیں بھی سنتی ہے لیکن مذکورہ بالا تین عملوں کے سواء کسی اور عمل پر ثواب نہیں ملتا۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۴ ص ۳۱۷)

ف: اس سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ ابن تیمیہ ؒ کے نزدیک میت کے بدن عنصری میں حیات ہے۔ دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ میت کے لئے سماع ثابت ہے۔ تیسری یہ بات معلوم ہوئی کہ میت اپنے بدن عنصری کے ساتھ قبر میں کچھ عمل کرتی ہے جس پر ثواب نہیں ملتا، البتہ میت کو تلذذ وسکون حاصل ہوتا ہے۔

قبر میں میت کا کلام کرنا اور سننا

۵۳...... سئل ھل یتکلم المیت فی قبرہ؟ فقال واما سؤال السائل ھل یتکلم المیت فی قبرہ فجوابہ انہ یتکلم وقد یسمع ایضا من کلمہ کما ثبت فی الصحیح عن النبی ﷺ انہ قال انھم یسمعون قرع نعالھم وثبت عنہ فی الصحیح ان المیت یسال فی قبرہ فیقال لہ من ربک؟ وما دینک؟ ومن نبیک؟ فیثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فیقول اللہ ربی والاسلام دینی ومحمد نبیی ویقال لہ ما تقول فی ھذا الرجل الذی بعث فیکم؟ فیقول المؤمن ھو عبد اللہ ورسولہ جاءنا بالبینات والھدی فآمنا بہ واتبعناہ وھذا تاویل قولہ تعالیٰ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ وقد صح عن النبی ﷺ انھا نزلت فی عذاب القبر وکذلک یتکلم المنافق فیقول ھاہ ھاہ لا ادری سمعت الناس یقولون شیئا فقلتہ فیضرب بمرزبۃ من حدید فیصیح صیحۃ یسمعھا کل شیء الا الانسان وثبت عنہ فی الصحیح انہ قال لو لا ان لا تدافنوا السألت اللہ ان یسمعکم عذاب القبر مثل الذی اسمع وثبت عنہ فی الصحیح انہ نادی المشرکین یوم بدر لما القاھم فی القلیب وقال ما انتم باسمع لما اقول منھم والآثار فی ھذا کثیرۃ منتشرۃ واللہ اعلم

ابن تیمیہ ؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا میت (بدن عنصری، کیونکہ میت کا اطلاق روح اور بدن مثالی پر نہیں ہوتا) اپنی قبر میں کلام کرتی ہے؟، ابن تیمیہ ؒ نے جواب دیا کہ سائل کا یہ سوال کہ کیا میت اپنی قبر میں کلام کرتی ہے؟ پس اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کلام کرتی ہے اور کبھی (باہر والے) کی بات سنتی بھی ہے، جیسا کہ نبی ﷺ سے صحیح حدیث میں ثابت ہے آپ نے فرمایا کہ مردے اُن کی جوتیوں کی کھسکھساہٹ سنتے ہیں، اور آپ سے صحیح حدیث میں یہ بھی ثابت ہے کہ میت سے اُس کی قبر میں سوال کیا جاتا ہے، اس کو کہا جاتا ہے من ربک، ما دینک، من نبیک، پھر اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو کلمہ طیبہ کی وجہ سے ثابت قدم رکھتا ہے۔ پس وہ جواب دیتے ہیں اللہ ربی والاسلام دینی ومحمد نبی اور اس کو کہا جاتا ہے کہ تو اس آدمی کے بارے میں کیا کہتا ہے جو تم میں بھیجا گیا، پس مؤمن کہتا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ہمارے پاس واضح احکام اور ہدایت لے کر آئے، پس ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے اس کی اتباع کی، یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الخ کی تفسیر یہی ہے، اور تحقیق نبی کریم ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے آپ نے فرمایا کہ یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اسی طرح منافق کی میت بھی (قبر میں) کلام کرتی ہے، پس وہ منافق کہتا ہے آہ آہ، میں نہیں جانتا، میں نے تو لوگوں سے سنا وہ ایک بات کہتے تھے تو میں نے بھی وہی بات کہہ دی، پھر اس کو لوہے کے گرز کے ساتھ مارا جاتا ہے پس وہ چیختا ہے حتیٰ کہ اس کی چیخ کو (جن

وانس) کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے اور یہ بھی صحیح حدیث میں وارد ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن نہیں کرو گے تو میں اللہ سے سوال کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذاب قبر سنائے جیسا کہ میں سنتا ہوں اور یہ بھی صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آپ ﷺ نے بدر کے دن مشرکین کو آواز دی جب کہ وہ کنویں میں پڑے ہوئے تھے اور یہ بھی فرمایا کہ جو میں ان سے کہہ رہا ہوں تم اُن سے زیادہ سننے والے نہیں۔ والآثار فی ہذا کثیرۃ منتشرۃ اور اس مضمون کی احادیث متفرق طور پر بہت ہیں۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۴ ص ۲۷۳، نیز دیکھئے ج ۲۴ ص ۳۷۹)

میت کو تلقین

۵۴...... وسئل رحمه الله . . . عن تلقين الميت في قبره بعد الفراغ من دفنه هل صح فيه حديث عن النبي ﷺ او عن صحابته؟ وهل اذا لم يكن فيه شيء يجوز فعله ام لا؟ فاجاب: هذا التلقين المذكور قد نقل عن طائفة من الصحابة انهم امروا به كابي امامة الباهلي وغيره وروى فيه حديث عن النبي ﷺ لكنه مما لا يحكم بصحته ولم يكن كثير من الصحابة يفعل ذلک فلهذا قال الامام احمد وغيره من العلماء ان هذا التلقين لا باس به فرخصوا فيه ولم يامروا به واستحبه طائفة من اصحاب الشافعي واحمد وكرهه طائفة من العلماء من اصحاب مالک وغيرهم۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۴ ص ۲۹۶)

دفن سے فارغ ہونے کے بعد میت کو تلقین کے متعلق شیخ الاسلام سے سوال کیا گیا کہ کیا اس بارے میں کوئی صحیح حدیث ہے؟ یا صحابہ سے ثابت ہے؟ اور اگر ان میں سے کوئی چیز ثابت نہیں تو تلقین کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مذکورہ تلقین صحابہ کی ایک جماعت سے نقل کی گئی ہے کہ انہوں نے اس تلقین کا حکم کیا جیسے ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ وغیرہ (اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا صحابہ میں سے جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے) اور اس بارے میں نبی علیہ السلام سے حدیث نقل کی جاتی ہے لیکن اس کی صحت کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ (البتہ عمل صحابہ رضی اللہ عنہم سے تائید ہو جائے تو حدیث قوی ہو جاتی ہے) اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم یہ نہیں کرتے تھے (تلقین نہ فرض ہے نہ واجب ہے نہ مستحب ہے بلکہ جائز ہے، اس لئے کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم کے تلقین نہ کرنے سے شرک ہونا یا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا، جب کہ بعض صحابہ کرام کا اس کا حکم دینا دلیل ہے کہ یہ شرک و بدعت نہیں بلکہ جائز ہے ورنہ سوال یہ ہے کہ ان بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کیا فتویٰ لگے گا؟) پس اسی وجہ سے امام احمد وغیرہ علماء نے کہا کہ اس تلقین میں کوئی حرج نہیں، انہوں نے اس کی رخصت دی ہے اور اس کا حکم نہیں دیا اور شافعی اور حنبلی علماء کی ایک جماعت نے اس تلقین کو مستحب کہا ہے۔ البتہ بعض مالکی علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے (لیکن شرک حرام بدعت نہیں کہا) اور جو کچھ سنن میں نبی ﷺ سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جب کوئی صحابی دفن کر دیا جاتا تو نبی ﷺ اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو جاتے اور فرماتے کہ اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا۔ (ف: قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنے کا حکم دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال جواب اسی ارضی قبر میں ہوتا ہے اور سوال جواب دلیل ہے کہ میت کے بدن عنصری میں حیات ہے)

۵۵...... وقد ثبت فی الصحیحین الخ تحقیق صحیحین میں ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۴ ص ۲۹۷)

فائدہ: موتی کے دو معنی ہیں: (۱) حقیقی معنی یعنی میت۔ (۲) دوسرا مجازی معنی یعنی جو قریب المرگ ہو، جن حضرات نے حقیقی معنی لیا ان کے ہاں میت کو دفن کے بعد تلقین کرنا بلاشبہ و بلا کراہت جائز ہے اور جن کے نزدیک مجازی معنی مراد ہے انہوں نے کراہت کا قول کیا ہے، لیکن شرک بدعت حرام انہوں نے بھی نہیں کہا۔

۵۶...... وقد ثبت ان المقبور یسال و یمتحن و انہ یؤمر بالدعاء لہ فلھذا قیل ان التلقین ینفعہ فان المیت یسمع النداء کما ثبت فی الصحیح عن النبی ﷺ انہ قال انہ لیسمع قرع نعالھم و انہ قال ما انتم باسمع لما اقول منھم و انہ امرنا بالسلام علی الموتی فقال ما من رجل یمر بقبر الرجل کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا رد اللہ روحہ حتی یرد علیہ السلام واللہ اعلم! (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۴ ص ۲۹۷، تا۲۹۹)

اور تحقیق یہ بات ثابت ہے کہ قبر میں مدفون میت سے سوال کیا جاتا ہے اور امتحان کیا جاتا ہے۔ اسی لئے اس کے لئے دعا کا حکم ہے اور اسی وجہ سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ دفن کے بعد اس کو تلقین کرنا نفع دیتا ہے کیونکہ میت نداء کو سنتی ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میت ان کی جوتیوں کی کھسکھساہت سنتی ہے۔ نیز آپ نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کہا کہ) جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم ان (مقتولین بدر) سے اس کو زیادہ سننے والے نہیں۔ نیز آپ نے ہمیں حکم دیا مردوں پر سلام کرنے کا اور یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی آدمی دوسرے آدمی کی قبر کے پاس گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں پہچانتا تھا پھر یہ اس پر سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے تاکہ یہ اس کو سلام کا جواب دے۔ پھر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا متصلاً آگے ایک اور فتویٰ مذکور ہے جس میں شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موت کے بعد تلقین بالاجماع واجب نہیں اور نہ عہد نبوی اور عہد خلفاء میں مسلمانوں میں یہ عمل مشہور تھا، بلکہ یہ صحابہ کرام کی ایک جماعت سے منقول ہے جیسے ابوامامہ رضی اللہ عنہ اور واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ۔ اس لئے بعض ائمہ نے اس کی رخصت دی جیسے امام احمد اور بعض حنبلی اور شافعی علماء نے اس کو مستحب کہا ہے اور بعض علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ کیونکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ بدعت ہے۔ پس اس کے بارے میں تین قول ہیں استحباب، کراہت، اباحت اور یہ اباحت والا قول ان اقوال میں سے معتدل ہے اور میت کے لئے دعا کرنا مستحب ہے جس کی نبی ﷺ نے ترغیب دی اور قبر پر (بلند آواز سے) قرأت کرنا امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کی ایک روایت میں مکروہ ہے دوسری روایت میں مکروہ نہیں اور اس کی رخصت دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ روایت ان کو پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے وصیت کی کہ ان کی قبر کے پاس سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اور آخری آیات پڑھی جائیں اور بعض صحابہ کرام سے سورہ بقرہ کا پڑھنا بھی منقول ہے۔ پس دفن کے وقت (قبر کے پاس) قرأت فی الجملہ منقول ہے لیکن دفن کے بعد (قبر کے پاس قرأت کو معمول بنالینا، اس کا) کوئی اثر منقول نہیں۔ اس کے بعد پھر تیسرا فتویٰ بھی تلقین کے بارے میں ہے اس میں شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ تلقین کرتے تھے جیسے ابوامامہ اور واثلہ بن اسقع وغیرہ صحابہ کرام اور بعض حنبلی علماء نے اس کو مستحب کہا ہے، والتحقیق انہ جائز و لیس بسنۃ راتبۃ اور اس کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ دفن کرنے کے بعد میت کو تلقین کرنا جائز ہے سنت مؤکدہ نہیں۔